اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول
(مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۶ | محرم الحرام ۱۴۴۷ھ | جولائی ۲۰۲۵ء | شمارہ ۷

محاسن الاسلام

(اسلام کی خوبیاں) (قسط دوم)

ازافادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۷۵ روپے
زرسالانہ =/۹۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۱۳/۲۰ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213
35433049

پتہ دفتر
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ: محاسن الاسلام

(اسلام کی خوبیاں) (قسط دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامتؒ نے وعظ ''محاسن اسلام'' اینچولی ضلع میرٹھ منشی عزیز الرحمن صاحب کے گھر پر ۱۰ شوال ۱۳۴۱ھ بروز یکشنبہ صبح ۸ بجکر ۳۰ منٹ سے لیکر بارہ بجکر ۵ منٹ تک بیان فرمایا علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی نے قلم بند فرمایا ۶۰۰ سے زائد مردوں کا مجمع تھا عورتیں اس کے علاوہ تھیں۔ وعظ میں اسلام کی خوبیاں بیان فرمائیں اور مخالفین کے مشہور اعتراضوں کا جواب بھی دیا۔ اس زمانے میں شدھی کی تحریک چلی ہوئی تھی جو غریب جاہل مسلمانوں کو بہکا کر مرتد بنا رہی تھی منشی عزیز الرحمن صاحب نے حج کا ارادہ کیا ہوا تھا ایک بڑی دعوت رکھی تھی جس میں گاؤں کے لوگوں کو بھی مدعو کیا گیا تا کہ ان کے عقائد کی اصلاح ہو سکے بہت عمدہ وعظ ہے ہر طبقہ کو مفید ہے خصوصا نو مسلموں کو، مبلغین اسلام کے لیے ان مضامین کو مستحضر رکھنا بہت ضروری ہے۔

منشی عزیز الرحمن صاحب نے بعد وعظ کے اعلان کیا کہ جو لوگ دیہات سے آئے ہیں وہ کھانا کھا کر جائیں چنانچہ بہت سے ملکانے راجپوت بھی ٹھہر گئے اور اس وعظ کی برکت یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے ساری عمر گائے کا گوشت نہ کھایا تھا مگر اس دن بہت شوق سے کھا گئے اور آپس میں وہ یہ باتیں کرتے تھے کہ دیکھا بھئی ہمارا ہی مذہب سچا ہے بھلا آریوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو اس طرح چار گھنٹے تک کھڑا ہو کر بیان کرتا رہے پھر ان کی سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں دل کو بھی لگتی ہیں اور آریوں کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ نہ معلوم کیا کہا کرتے ہیں بس جی ہم تو مسلمان ہی رہیں گے ہم شدھی نہ ہونگے (معلوم ہوا کہ اس گاؤں والے شدھی ہونے والے تھے مگر وعظ کی خبر سن کر انہوں نے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا کہ پہلے وعظ سن لیں دیکھیں مسلمان عالم کیا کہتا ہے وعظ سن کر اسلام پر جم گئے'' ثبتهم الله وايانا على دينه القويم واماتنا واياهم عليه وحشرنا مع نبيه الكريم ''۔ (اللہ تعالیٰ ان سب کو اور ہمیں دین قویم پر ہمیشہ قائم رکھے ہمیں اور انہیں اسی دین پر موت دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے)۔

نوٹ:۔ نوٹ: اس وعظ کی پہلی قسط کا آخری عنوان (حقیقی عالم) تھا اور اس دوسری اور آخری قسط کا پہلا عنوان (حکایتِ نقّال) ہے۔

خلیل احمد تھانوی

فہرست

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حکایتِ نقّال	۷	قدیم وجدید رؤساء میں فرق	۲۰
نادان علماء کا حال	۷	ابراہیم بن ادھمؒ کا حال	۲۱
مسلمانوں کی فلاح کا طریقہ	۸	مولانا یعقوب دھلویؒ کا حال	۲۲
اسباب کی قلت	۸	حضرت تھانویؒ کا حال	۲۴
فرشتوں کے مدد کے لیے اترنے کے اسباب	۸	تبلیغ کی ضرورت	۲۵
انصار مدینہ کا مہاجرین سے سلوک	۹	علماء مبلغین کا دستور العمل	۲۵
حضرت علیؓ کی للاّہیت	۱۰	ہندو مسلم اتحاد کا نقصان	۲۶
لیڈران قوم کا حال	۱۱	تبلیغ کا طریقہ	۲۷
بزرگوں کی صحبت کا فائدہ	۱۱	قبول اسلام صرف رضاء الٰہی کے لیے ہو	۲۸
اہل اللہ کا حال	۱۲	کفار کو دعوت وتبلیغ کا طریقہ	۲۹
حکایت	۱۳	اسلام کی خوبی	۲۹
مصیبت میں اہل اللہ کا حال	۱۳	جاہل کافروں کا اعتراض	۳۰
نوتعلیم یافتہ کا حال	۱۴	اعتراض کا جواب	۳۱
کمال ایمان کا طریقہ	۱۵	عشق ومحبت کا مقتضی	۳۱
شعار اسلام	۱۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال صحابہ میں تقسیم کرنے کی وجہ	۳۲
تکمیل وتبلیغ اسلام	۱۶	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی وعاجزی	۳۳
نفلی حج سے قبل اصلاح کی ضرورت	۱۷	تکمیل توحید	۳۴
بلاعمل رونا مفید نہیں	۱۸	استقبال کعبہ پر اعتراض کا جواب	۳۴
جسم ہندوستان میں دل مکہ میں	۱۹	حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ	۳۵

ہر سوال کا جواب ضروری نہیں........ ۳۵
ہر آدمی ہر بات سمجھنے کا اہل نہیں....... ۳۶
بات نہ سمجھنے کی حکایت............. ۳۶
تحریکات کی حقیقت............... ۳۷
مخالفین سے گفتگو کے اصول........ ۳۷
استقبال قبلہ کا راز............... ۳۸
میلاد میں کھڑے ہونے کی حقیقت... ۳۹
نماز میں قبلہ رخ ہونے کی وجہ....... ۳۹
تجلیات الٰہی روح کعبہ ہیں.......... ۴۰
استوٰی علی العرش کے معنی........... ۴۱
حجر اسود کو بوسہ دینے کا راز.......... ۴۲
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ........ ۴۲
اشکال کا جواب.................. ۴۳
تکمیل توحید................... ۴۴
مشدد بدعتیوں کا قصہ.............. ۴۴
نماز وزکوٰۃ کی خوبی................ ۴۶
ارکان حج کی خوبی................ ۴۷
حجر اسود کا کمال.................. ۴۸
بزرگوں سے تعلق کا فائدہ........... ۴۸
دھوکہ دہی سے احتراز.............. ۴۹
معاشرت کی خوبی................ ۴۹
اخلاق کی خوبی................... ۵۰
مسئلہ غلامی کی حقیقت.............. ۵۰
محمود غزنویؒ کا غلام سے برتاؤ........ ۵۲
عظیم المرتبت غلام................ ۵۳
غلاموں کے ساتھ برتاؤ............. ۵۳
ہمارے اعمال اسلام پر اعتراض کا سبب ہیں.................. ۵۳
قاضی شریح کا خلیفہ وقت حضرت علیؓ کے خلاف فیصلہ............ ۵۴
اسلام اخلاق سے پھیلا تلوار سے نہیں... ۵۴
مشروعیت جہاد کی وجہ.............. ۵۵
اورنگ زیب عالمگیرؒ کا مرتبہ.......... ۵۶
ہندوستان میں لوگوں کے مسلمان ہونے کی وجہ............. ۵۶
مبلغین اسلام کو نصیحت.............. ۵۷
خواص اہل اسلام کی فضیلت.......... ۵۷
اخبار الجامعۃ..................... ۵۸

ماہ جون 2025ء کے وعظ کا آخری عنوان (حقیقی عالم) تھا۔

حکایتِ نقّال

ایسوں کی مثال میں ایک حکایت یاد آئی کہ ایک احمق شخص نے کسی ولایتی کو دیکھا جو اپنے گھوڑے کو پیار و شفقت کے ساتھ دانہ کھلا رہا تھا اور وہ گھوڑا کبھی اِدھر منہ پھیر لیتا کبھی اُدھر اور وہ کہتا کھاؤ بیٹا کھاؤ۔ انھوں نے اپنے دل میں سوچا کہ افسوس میری بیوی میری اتنی قدر بھی نہیں کرتی جتنی یہ شخص گھوڑے کی قدر کرتا ہے اب کے گھر جا کر ہم بھی ان ہی نخروں کے ساتھ کھانا کھایا کریں گے۔ چنانچہ گھر تشریف لائے اور بی بی کو حکم دیا کہ ہمارے لئے دانہ بھگو دے پھر شام کو گھوڑے کی طرح کھڑے ہو کر حکم دیا کہ اگاڑی پچھاڑی① کھونٹوں سے باندھ دے اور دُم کی جگہ ایک جھاڑو بندھوائی اور حکم دیا کہ ہم کو دانہ کھلاوے اور جب ہم نخرے کریں تو ہماری خوشامد کرے اور کہے کھاؤ بیٹا کھاؤ۔ چنانچہ ان سب احکام کی تعمیل کی گئی۔ آپ دانہ کھانے میں جو اُچھلے کودے کیونکہ گھوڑا بن رہے تھے پیچھے کہیں چراغ رکھا تھا وہ جھاڑو میں لگ گیا اور اگاڑی پچھاڑی بندھی ہونے کے سبب ہاتھ پاؤں بیکار② ہو چکے تھے۔ آگ بڑھنے لگی بی بی بھی احمق کی احمق ہی تھی محلہ میں دوڑی گئی کہ لوگو میرا گھوڑا جل گیا۔ اس کے یہاں گھوڑا کہاں سب سمجھے مسخراپن③ ہے کوئی نہ آیا گھوڑے صاحب اپنے گدھے پن سے جل کر رہ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کاملین کے سامنے اپنے دعووں کو فنا کرنے کی ضرورت ہے۔

نادان علماء کا حال

مگر اب تو فناء در کنار ان کی موافقت سے بھی بھاگتے ہیں اور بجائے اُن کے کفار کا اتباع کرتے ہیں۔ چنانچہ بعضے نام نہاد علما ہندوؤں کے ساتھ ان تحریکات میں شریک ہوئے ہیں اور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اپنی روش پر چلنے سے تو کچھ زیادہ قدر نہیں ہوتی نہ زیادہ دولت ملتی ہے لاؤ وہی طریقہ اختیار کریں جو ہندوؤں نے اختیار کیا ہے۔ شاید اس طرح زیادہ کچھ وقعت مل جائے اور اگر انھوں نے سوراج④ لے لیا تو اس میں ہمارا بھی حصہ رہے گا اگر ہم الگ رہے تو بالکل محروم رہیں گے۔

---

① آگے پیچھے سے رسی سے کسی کھونٹی سے باندھو ② آگے پیچھے سے بندھے ہوئے ہونے کی بنا پر ہاتھ پیر سے کام نہیں لے سکتے تھے ③ مذاق ④ اگر ان تحریکات کے نتیجے میں ان کو حکومت مل گئی تو ہمیں بھی اس میں حصہ مل جائے گا۔

مسلمانوں کی فلاح کا طریقہ

افسوس! مسلمان ہو کر غیر پر نظر بڑی شرم کی بات ہے ان لوگوں نے یہ نہ خیال کیا کہ جو طریقہ کفار کے لئے حصول عزت کا ہے مسلمان کے لیے وہ طریقہ نہیں ہے۔ مسلمان کبھی دوسری قوموں کا اتباع کر کے ترقی نہیں کر سکتا اگر وہ مسلمان ہے مسلمان کی ساری عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنے طریقہ پر قائم رہے اور کسی حال میں احکام شریعت سے تجاوز نہ کرے۔ اسی سے فلاح ہوتی ہے گو سامان کم ہو اور اس کے خلاف میں فلاح نہیں گو سامان زیادہ ہو۔

اسباب کی قلت

دیکھئے اس کی تائید میں ایک باریک نکتہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ مسلمانوں کو مکہ میں رہتے ہوئے قتال کی اجازت نہیں ہوئی مدینہ میں پہنچ کر اجازت ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر میں یہ سمجھتے ہیں کہ قلت جماعت وقلت اسباب اس کا سبب تھا۔ یہ خلاف تحقیق ہے کیونکہ مدینہ ہی میں پہنچ کر کیا جماعت بڑھ گئی تھی کفار کا پھر بھی غلبہ تھا۔ مدینہ کی جماعت تمام عرب کے مقابلہ میں کیا چیز تھی بلکہ اگر یہ دیکھا جائے کہ تمام کفار عالم کے مقابلہ میں یہ اجازت ہوئی تھی تب تو مدینہ کیا سارا عرب بھی قلیل تھا① اسی طرح مدینہ پہنچ کر سامان میں کیا زیادتی ہوگئی تھی کفار ہمیشہ نہایت ساز وسامان سے مقابلہ کرتے تھے اور مسلمانان مدینہ کی یہ حالت تھی کہ بعض مواقع میں ایک ایک سواری میں سات آٹھ آدمی شریک ہوتے تھے بعض دفعہ چند آدمیوں میں ایک ہتھیار مشترک ہوتا تھا پس یہ کہنا بالکل واقع کے خلاف ہے کہ مدینہ میں جا کر جماعت وسامان کی زیادت اس اجازت کا سبب ہوئی۔ نصوص سے خود معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کے مقابلہ میں اکثر مواقع میں اس قدر کم ہوتی تھی کہ ملائکہ کا جوڑ لگایا جاتا تھا۔

فرشتوں کے مدد کے لیے اترنے کے اسباب

چنانچہ ارشاد ہے وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ② اور ارشاد ہے بَلَىٰٓۚ إِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ وَيَأۡتُوكُم مِّن فَوۡرِهِمۡ هَٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُم بِخَمۡسَةِ ءَالَٰفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ③ اور یہ صورت نزول ملائکہ کی مکہ میں رہتے ہوئے بھی ممکن

① تھوڑا تھا ② التوبہ:۲۶ ③ آل عمران:۱۲۵

تھی مگر پھر بھی اس صورت کو اختیار کر کے وہاں اجازت نہ دی گئی تو اس کی کوئی اور وجہ بتلانی چاہیے۔ اہلِ ظاہر اس کی شافی وجہ نہیں بتلا سکتے۔ محققین نے فرمایا ہے کہ اصل بات یہ تھی کہ مکہ میں عام مسلمانوں کے اندر اخلاق حمیدہ اخلاص وصبر وتقویٰ وغیرہ کامل طور پر راسخ ① نہ ہوئے تھے اس وقت اگر اجازت قتال کی ہو جاتی تو سارا مقابلہ جوش غضب و انتقام للنفس ② کے لئے ہوتا محض اخلاص و اعلاء ③ کلمۃ اللہ کے لئے نہ ہوتا اور اس حالت میں وہ اس قابل نہ ہوتے کہ ملائکہ کی جماعت سے اُن کی امداد کی جائے اور حمایت الٰہی ان کے شامل حال ہو۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں بَلَىٰٓ إِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ کی شرط بتلا رہی ہے کہ حمایت الٰہی اُسی وقت متوجہ ہوتی ہے جبکہ مسلمان صبر وتقویٰ میں راسخ ہوں ④ (اور تقویٰ کے معنی ہیں احتراز عما نھی اللہ عنہ و امتثال ما امربہ ⑤ جس میں اخلاص اور احتراز عن الریاء وعن الریاء وعن شائبۃ النفس بھی داخل ⑥ ہے ۱۲ جامع (اور مدینہ میں پہنچ کر یہ اخلاق راسخ ⑦ ہو گئے تھے مہاجرین کو مکہ میں رہنے کی حالت میں کفار کی ایذا پر صبر کرنے سے نفس کی مقاومت ⑧ سہل ہو گئی نیز قوت غضب نفسانی ضعیف ⑨ بلکہ زائل ہو گئی تھی پھر ہجرت کے وقت جب اُنھوں نے اپنے وطن و اہل وعیال و مال و دولت سب پر خاک ڈال دی تو اُن کی محبت الٰہی کامل ہو گئی اور محبت دنیا اُن کے قلب سے بالکل نکل گئی۔

انصار مدینہ کا مہاجرین سے سلوک

انصار مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جو سلوک کیا اُس سے ان کے قلوب بھی محبت الٰہی سے لبریز اور محبت دنیا سے پاک ہو گئے تھے چنانچہ انصار نے خوش خوش ان حضرات کو اپنے مکانات و اموال میں شریک کرنا چاہا بلکہ بعض صحابہ نے تو یہاں تک کیا کہ ایک مہاجر صحابی سے کہا کہ تم میرے بھائی ہو گئے ہو اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنا تمام مال آدھوں آدھ تقسیم کر کے نصف خود لے لوں اور نصف تم کو دیدوں اور میرے پاس دو بیبیاں

---

① دل میں جم نہیں تھے ② غصے میں نفس کا بدلہ لینے کے لیے ہوتا ہے ③ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے نہ ہوتا ④ صبر اور تقویٰ دل میں اچھی طرح جم جائے ⑤ تقویٰ کے معنی ہیں کہ اللہ جس کام سے روکے، رک جائے جس کا حکم دیں اس کو بجا لائے ⑥ جس ریاء اور اس کے شائبہ سے بچنا اور نفس کی خواہش کے شائبہ سے بچنا بھی شامل ہے ⑦ اخلاق حمیدہ دل میں پختگی سے جم گئے تھے ⑧ کفار کی طرف سے دی گئی تکالیف میں صبر کرنے کی وجہ سے اپنے نفس کی خواہش کا مقابلہ کرنا آسان ہو گیا تھا ⑨ غصہ اور نفسانی خواہشات کمزور ہی نہیں بلکہ ختم ہی ہو گئی تھیں۔

ہیں ان میں سے جونسی تم کو پسند ہو میں اسے طلاق دے کر ابھی الگ کر دوں عدّت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔ مہاجری نے اُن کو دعا دی کہ خدا تمہارے مال وعیال میں برکت دے مجھے اس کی ضرورت نہیں تم مجھے بازار کا راستہ بتا دو (میں تجارت کر کے اپنا گذر کروں گا) غرض واقعہ ہجرت سے مہاجرین و انصار دونوں کا امتحان ہو گیا جس میں وہ کامل اترے اس کے بعد ان کو اجازت قتال دی گئی کہ اب یہ جو کچھ کریں گے محض خدا کے لئے کریں گے۔ جوش غضب اور خواہش انتقام وشفاء غیظ نفس ① کے لئے کچھ نہ کریں گے اس وقت یہ اس قابل ہوں گے کہ حمایتِ الٰہی ان کا ساتھ دے اور ملائکہ رحمت ان کی مدد کریں۔

حضرت علیؓ کی للاّ ہیت

چنانچہ حضرات صحابہؓ کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے لئے کرتے تھے حتی کہ مثنوی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک یہودی کو معرکۂ قتال میں پچھاڑا ② اور ذبح کا ارادہ کیا مرتا کیا نہ کرتا اس کمبخت نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوکا اب چاہیئے تھا کہ حضرت علیؓ اس کو فوراً ہی ذبح کر ڈالتے مگر تھوکنے کے بعد آپ فوراً اس کے سینہ پر سے کھڑے ہو گئے اور فوراً اسے چھوڑ دیا۔ وہ یہودی بڑا متعجب ہوا کہ میری اس حرکت کے بعد تو ان کو چاہیے تھا کہ مجھے کسی طرح جیتا نہ چھوڑتے مگر انھوں نے برعکس ③ معاملہ کیا آخر اس سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؓ سے اس کی وجہ پوچھی کہ آپ نے اگر مجھ کو کافر سمجھ کر قتل کرنا چاہا تھا تو تھوکنے کے بعد کیوں رہا کر دیا اس فعل سے نہ میرا کفر زائل ہوا نہ عداوت سابقہ ④ ختم ہوئی بلکہ اور زیادہ ہو گئی تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ واقعی اس فعل کے بعد میرا رہا کر دینا بظاہر عجیب ہے مگر بات یہ ہے کہ اول جب میں نے تجھ پر حملہ کیا تو اس وقت بجز رضائے حق ⑤ کے مجھے کچھ مطلوب نہ تھا اور جب تو نے میرے اوپر تھوکا تو مجھے غصہ اور جوش انتقام پیدا ہوا میں نے دیکھا کہ اب میرا تجھے قتل کرنا محض خدا کے لئے نہ ہو گا بلکہ اس میں نفس کی بھی آمیزش ہو گی اور میں نے نہ چاہا کہ نفس کے لئے کام کر کے اپنے عمل کو ضائع کروں اس لئے تجھے رہا کر دیا۔ وہ یہودی یہ سن کر فوراً مسلمان ہو گیا اور سمجھ گیا کہ واقعی یہی مذہب

---

① جذبۂ انتقام میں اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے نہیں کریں گے ② میدانِ جنگ میں شکست دے کر قتل کا ارادہ کیا ③ اس کے خلاف معاملہ کیا ④ پچھلی دشمنی ⑤ سوائے رضائے الٰہی کے۔

حق ہے جس میں شرک سے اس درجہ نفرت دلائی گئی ہے کہ کوئی کام نفس کے لئے نہ کرو بلکہ محض خدا کے لئے ہر کام کرو۔ دوستی اور دشمنی میں بھی نفس کی آمیزش سے روکا گیا ہے۔

لیڈران قوم کا حال

اب ہماری یہ حالت ہے کہ جو لوگ خدمت اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو نفس کے واسطے کام کرتے ہیں اپنے ذرا ذرا سے کارناموں کو اُچھالتے اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں احکام الٰہی کی پروانہیں کرتے۔ بس ان کا مقصود یہ ہے کہ کام ہونا چاہیے۔ خواہ شریعت کے موافق ہو یا مخالف - چندہ میں جائز و ناجائز کی پروانہیں۔ صرف ① میں حلال وحرام کا خیال نہیں پھر حمایت الٰہی ان کے ساتھ کیونکر ہو؟ بلکہ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ میاں مسئلہ مسائل کو ابھی رہنے دو اس وقت تو کام کرنا چاہئے بعد کو مسئلے مسائل دیکھے جائیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون ② ان صاحبوں کو یہ خبر نہیں کہ مسئلے مسائل کے بغیر تو مسلمان کو نہ دنیوی فلاح ہو سکتی ہے نہ اُخروی اور سب سے زیادہ اخلاص نیت کی ضرورت ہے جس کا یہاں صفر ہے۔

بزرگوں کی صحبت کا فائدہ

ہمارے بزرگان دین جو بحمد اللہ اب بھی موجود ہیں وہ محض خدا کے واسطے کام کرتے ہیں اسی لئے وہ کسی کام میں شریعت سے ایک انچ بھی بڑھنا نہیں چاہتے اسی طرح جو ان حضرات کے صحبت یافتہ ہیں وہ بھی نفس کے لئے کام نہیں کرتے۔ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے عیوب ہی پر نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ③ ہے جس شخص کو اپنے عیوب پر بھی نظر ④ نہ ہو اُس سے بڑھ کر محروم کوئی نہیں۔ بس پھر تو وہی حالت ہوتی ہے کہ جیسا موقعہ دیکھا ویسا کر لیا اپنی اغراض کے موافق فتویٰ نکال لیا جیسا کہ ان مولوی صاحب نے حدیث میں ”اکل ذبیحتنا“ سن کر بھی یہی کہا کہ اس سے تو ذبیحۂ گاؤ کا شعار اسلام ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اُن کے اندر نرا جوش تھا کسی کے پاؤں تلے ملے نہیں گئے تھے اس لئے جوش غالب رہا فہم ⑤ درست نہ ہوا فہم درست ہوتا ہے اس سے کہ

---

① خرچ کرنے میں ② البقرہ:۱۵۶ ③ راستہ کی کنجی ④ اپنے عیب بھی پیش نظر نہ ہوں ⑤ سمجھ۔

قال را بگذار مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو①

مگر ہائے یہ کس سے ہو۔ اس وقت تو مولانا کہلاتے ہیں لوگ تعظیم کرتے ہاتھ پیر چومتے ہیں اور اب ایسی جگہ جائیں جہاں نالائق کا خطاب ملے بیوقوف بنائے جائیں ۔ بات بات پر روک ٹوک کی جائے مگر یہ صرف چند روز کی مشقت ہے پھر ساری عمر کی راحت ہے۔ چند روز کی روک ٹوک سے جب نفس کی اصلاح ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ سے تعلق درست ہو جائے گا تو وہ دولت عطا ہو گی جس کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم بھی گرد ہے②

چند روزی جہد کن باقی بخند③

جس شخص کے اندر مادۂ فاسدہ کا غلبہ ہوتا ہے اس کے لئے ضرور مسہل④ کی ضرورت ہے مگر مسہل ساری عمر کا نہیں ہوتا چند روز کے لئے ہوا کرتا ہے۔ پھر خمیرہ گاؤزبان کھلایا جاتا ہے جس کو یہ دولت نصیب ہو گئی ہے اُس سے پوچھو۔

اہل اللہ کا حال

خدا کی قسم اہل اللہ کے برابر کسی کو راحت نہیں اُن کو وہ دولت عطا ہوئی ہے جس کی وجہ سے نہ ان کو کسی خوف کی چیز سے خوف رہتا ہے نہ طمع کی جگہ طمع ہوتی ہے اور اگر یہ بات نصیب نہیں تو اس شخص کی پریشانی کی کوئی حد نہیں

ہیچ کنجے بے دودوبے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست⑤

واقعی خلوت گاہ حق ہی میں آرام مل سکتا ہے اور کہیں راحت نہیں اسی کو فرماتے ہیں الا بِذِکر اللہِ تَطمَئِنُّ القُلُوب ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اہل اللہ کو پریشان کن واقعات پیش نہیں آتے۔ نہیں واقعات اُن کو بھی پیش آتے ہیں اور ان کو تکلیف بھی ہوتی ہے مگر وہ کلفت لذیذ ہوتی ہے۔ جیسے کباب مرچوں بھرا لذیذ ہوتا ہے گو ناک آنکھ سے آنسو بھی بہتے رہتے ہیں اور جیسے تمباکو، جو لوگ تمباکو کھانے والے ہیں اُن سے پوچھو کیسا لذیذ ہوتا ہے۔ دوسروں کو تو ایک پتی سے چکّر آجاتا ہے مگر جو اس کے عادی ہیں ان کو خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ اور مزا آتا ہے اور جتنا کڑوا تیز ہو اتنا ہی اُن کو لطف آتا ہے۔

① ''باتیں بنانی چھوڑ کر صاحب حال آدمی بن جاؤ۔ کسی کامل شخص کے سامنے پامال ہو جاؤ (تو صاحب حال بن جاؤ گے)'' ② ساتوں براعظموں کی حکومت بھی حقیر ہے ③ چند دن محنت کرلو پھر خوش بخوش زندگی گزرے گی ④ دست لانے والی دواء ⑤ ''کوئی آدمی راحت کی تلاش میں کہیں بھی چلا جائے اس کو وہاں مصیبت ہی پیش آئے گی کوئی جگہ تکلیف و پریشانی سے خالی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی معیت کے کہیں آرام نہیں ہے''

حکایت

ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ ایک دکان سے تمبا کو لینے گیا اور دکاندار سے کہا کہ خوب کڑوا تمبا کو دینا۔ اُس نے دکھلایا کہ میرے یہاں سب سے کڑوا یہ ہے۔ اُس نے کہا کہ نہیں اس سے بھی کڑوا دوتو دکاندار کیا کہتا ہے کہ توبہ توبہ! بس اس سے کڑوا خدا کا نام۔ یہ شخص اس کلمہ سے کافر نہیں ہوا کیونکہ اس کے نزدیک کڑوا ہونا کمال تھا اس لئے مطلب یہ ہوا کہ یہ تمبا کو بہت کامل ہے بس اس سے زیادہ کامل خدا کا نام ہے تو اس کے کلام میں کڑوا بمعنیٔ کامل ہے البتہ یہ عنوان نہایت قبیح ہے ① تو دیکھئے اس شخص کے نزدیک تمبا کو کڑوا ہونا کیسا کمالِ مطلوب تھا۔ غرض ایسی نظائر دنیا میں موجود ہیں کہ ایک چیز بعض لوگوں کے نزدیک باعثِ کلفت ہے اور دوسرے کے نزدیک لذیذ ہے۔

مصیبت میں اہل اللہ کا حال

اسی طرح مصائب سے عام لوگوں کو کلفت ہوتی ہے مگر اہل اللہ کو اس میں بھی لذّت آتی ہے گو ظاہر میں تکلیف ہو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو زور سے دبائے اور ایسا دبائے کہ اس کی پسلیاں دکھنے لگیں۔ ظاہر میں تو گو اسے تکلیف ہوگی مگر اس کی لذّت کو کوئی اس کے دل سے پوچھے۔ اُس کا دل تو یوں کہہ رہا ہوگا۔

نا خوش تو خوش بود بر جان من — دل فدائے یار دل رنجان من ②

اور اگر محبوب اس سے یہ کہے کہ تجھے تکلیف ہو تو لا میں تجھے چھوڑ کر رقیب کو دبانے لگوں تو وہ یوں کہے گا

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت — سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی ③

اور اس میں راز یہ ہے کہ اہل اللہ نے ایک سے تعلق جوڑ لیا ہے۔ بس اُن کو اگر خوف ہے تو اُسی کا ہے اُمید بھی ہے تو اُسی سے ہے اس لئے ہر حال میں وہ خوش رہتے ہیں کسی بڑے سے بڑے واقعہ میں وہ خلاف حق کچھ نہیں کرتے چاہے کام ہو یا نہ ہو۔ غرض حاصل ہو یا فوت ہو، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عین موقعہ پر یہودی کو چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ بظاہر اس میں اپنی جان کا خطرہ تھا کہ دشمن رہا ہو کر پھر مقابلہ پر آمادہ ہوگا مگر

---

① برا ② ’’تجھے جو چیز ناپسند ہے مجھے وہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ میرا دل بے قرار تو یار پر فدا ہے‘‘

③ ’’دشمن کا ایسا نصیب نہ ہو کہ آپ کی تلوار سے ہلاک ہو۔ دوستوں کا سر ہی سلامت رہے کہ ان پر آپکا خنجر چلے‘‘۔

ان کو خطرہ کی کچھ پروانہ ہوئی۔اُن کا تو مذاق یہ تھا۔

دلآرامے کہ داری دل در و بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند ①

اور یہ حال تھا

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند②

اور جن کو خدا کے ساتھ یہ تعلق حاصل نہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ آج ان کے کچھ فتویٰ ہیں اور کل کو جہاں اغراض بدلیں ساتھ ساتھ اُن کے فتوے بھی بدل گئے۔ارے یہ کیا قصہ ہے یہ کیسا اسلام ہے جو اغراض کے تابع ہے مسلمان کو تو ایسا ہونا چاہئے۔یکے خوان و یکے دان و یکے گو③ مسلمان کو تو ایسا ہونا چاہئے کہ اس ذات کے ساتھ علاقہ رکھے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور اغراض فانیہ کی نفی کرنی چاہئے اور ان کے متعلق لا احب الآفلین کہہ دینا چاہئے

خلیل آسا در ملک یقیں زن صدائے لا احب الافلیں زن ④

نو تعلیم یافتہ کا حال

پہلے سب علماء کا فتویٰ تھا کہ ریل میں بدون ٹکٹ کے سفر کرنا حرام ہے مگر اب یہ حالت ہے کہ اس کو جائز کر دیا گیا۔بہت لوگ جو علماء وطلبہ کہلاتے ہیں بے ٹکٹ کے سفر کرنے لگے میرے پاس ایک طالب علم کا خط آیا کہ میں بدون ٹکٹ ⑤ کے ریل میں سفر کرنے کو جائز سمجھتا ہوں اور میرے باپ اس سے منع کرتے ہیں۔ان کے باپ انگریزی خواں دنیادار تھے۔اللہ اکبر! کبھی وہ زمانہ تھا کہ عربی خواں اس سے منع کرتے تھے اور انگریزی خواں جائز کہتے تھے۔اب یہ حالت ہے کہ عربی خواں جائز کہتا ہے اور انگریزی خواں منع کرتا ہے۔بات یہ ہے کہ وہ انگریزی داں کسی دانا (یعنی عارف) کا ذبح کیا⑥ ہوا تھا۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور اس سے زیادہ اور کوئی ذریعہ اطمینان دلانے کا میرے پاس نہیں ہے کہ نور فہم بدون کسی کی باقی باللہ فانی فی اللہ کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا اس کے بدون وہ علم ایسا ہوتا ہے جیسے طوطے کو بعض لوگ قرآن کی سورتیں یا فارسی جملے یاد

---

①''اے دل تو اپنے مقصد میں لگا رہ۔اور سارے جہان سے آنکھیں بند کر لے'' ②''میرے نزدیک مصلحت یہ ہے کہ یار لوگ تمام کاموں کو چھوڑ کر محبوب حقیقی کے تصور میں لگ جائیں'' ③''ایک ہی کو پڑھ ایک ہی کو جان اور ایک ہی کہہ'' ④''(حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام) کی طرح یقین کا دروازہ ہو جا چھپ جانے اور غروب ہو جانے والوں کو میں پسند نہیں کرتا کہ آواز لگائے جا'' ⑤بغیر ٹکٹ ⑥تربیت یافتہ۔

کرا دیتے ہیں۔ ایسا علم صرف زبان پر ہوتا ہے دل میں اس کا اثر نہیں پہنچتا وقت پر سارا علم غائب ہو جاتا ہے۔ محض اغراض نفسانی کی حفاظت کا خیال غالب ہو جاتا ہے۔ جیسے طوطا اگر بلّی کے منہ میں آجاوے تو سوائے ٹیں ٹیں کے اور سارا علم اس کا کافور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک ظریف شاعر نے ایک طوطے کی تاریخ موت لکھی ہے۔

میاں مٹّھو جو ذاکرِ حق تھے رات دن ذکر حق رٹا کرتے
گُربہ موت نے جو آ دبایا کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے

کمال یہ کیا کہ تاریخ موت ٹے ٹے ٹے ① ہی سے نکلتی ہے یعنی ۱۲۳۰ھ۔

کمال ایمان کا طریقہ

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہو رہے تب اسلام کامل ہوتا ہے ورنہ وقت پر سب لکھا پڑھا غائب ہو جاتا ہے۔ صاحبو! بدون صحبت اہل اللہ کے توحید بھی کامل نہیں ہوتی کیونکہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی سے خوف و طمع نہ ہو۔

موحد چہ بر پائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمین است بنیادِ توحید وبس②

مگر ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اسلام کے درجہ ناقص پر کفایت کرتے ہیں اس کی تکمیل کی فکر نہیں کرتے۔ نہ نماز کی فکر ہے نہ روزہ کی اسی قصہ پر یہ بیان چلا تھا۔ پس ہم کو تکمیل اسلام کی فکر چاہئے۔ اسلام کامل یہ ہے کہ انسان پورا اللہ والا ہو جاوے جس کا ایک شعبہ یہ ہے کہ دین کو دنیا اور اغراض کے تابع نہ بنایا جاوے اس وقت دین کی فہم حاصل ہوگی اور جس کے اوپر اغراض نفسانی کا غلبہ ہوگا اُسے دین کی سمجھ حاصل نہ ہوگی۔ ایسے ہی علماء کا یہ خیال ہے کہ ذبیحہ گاؤ شعار اسلام نہیں۔

شعار اسلام

اب میں حدیث سے اس کا شعار اسلام ہونا ثابت کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالك والمسلم

① ٹ کے ۴۰۰ عدد ہیں اور ی کے ۱۰ اس میں تین ٹے اور تین ی ہیں اس لیے ۱۲۳۰ھ نکلتا ہے

② ”موحد اور عارف کے قدموں میں چاہے سونا ڈال دو یا اس کے سر پر تلوار رکھ دو۔ امید اور خوف اس کو بجز خدا کے کسی کا نہیں ہوتا۔ توحید کی بنیاد بس اسی پر ہے“

الذی له ذمة الله وذمة ورسوله فلا تخفروا الله في ذمته (او کما قال)① اکل ذبیحتنا میں اضافت تخصیص② ہے جیسا کہ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا میں بھی ایسی ہی اضافت ہے③ کیونکہ نماز تو یہود و نصاریٰ کے مذہب میں بھی ہے اسی طرح استقبال قبلہ بھی ان کے مذہب میں موجود ہے تو اضافت تخصیص سے یہ مطلب حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی نماز پڑھے جو اسلام کے ساتھ خاص ہے اور اس قبلہ کا استقبال کرے جو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے وہ مسلمان ہے تو یہی مطلب ذبیحتنا کی اضافت سے بھی حاصل ہوگا کہ جو شخص وہ ذبیحہ کھائے جو اہل اسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو ایسے ذبیحہ کا کھانا اسلام کی علامت ہے۔ اب بتلاؤ کہ ہندوستان میں ایسا خاص ذبیحہ کون سا ہے جو اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے ظاہر ہے کہ وہ بجز ذبیحہ گاؤ④ کے اور کوئی نہیں تو پھر اس کے شعارِ اسلام ہونے میں کیا شبہ رہا۔ بس میں تو یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ جن گاؤں والوں پر ارتداد کا خطرہ ہو ان کو گائے کا گوشت کھلانا شروع کریں پھر وہ ایسا پہرہ دار ہو جائے گا کہ کفار وہاں سے بھاگ جائیں گے گائے کا گوشت کھا لینے کے بعد اُن کو اُن گاؤں والوں کی طرف سے مایوسی ہو جائے گی۔ اس مضمون سے دوسری قوموں کی دل آزاری مجھے مقصود نہیں ہے بلکہ ہم تو اپنے بھائیوں کی اصلاح کا طریقہ بتلا رہے ہیں۔ دوسروں سے ہم کو کیا غرض، دل آزاری یا مقابلہ کرنا سیاست دانوں کا طریقہ ہے۔ ہم لوگوں کو سیاسی تدابیر سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم تو محض مذہبی احکام بیان کرتے ہیں۔ تو ایک مقصود تو میرا اس وقت یہ تھا کہ ہم لوگوں کو اپنے اسلام کی تکمیل میں سعی کرنا چاہئے۔

تکمیل و تبلیغ اسلام

دوسرا مقصود یہ ہے کہ جب اسلام ہی دین کامل ہے تو جن لوگوں کے پاس یہ نعمت نہیں ہے اُن کے پاس بھی اس کو پہنچانا چاہئے کیونکہ اول تو یہ بات مروت اور ہمدردی کے خلاف ہے کہ ایک نافع چیز سے خود ہی انتفاع⑤ کیا جائے اور دوسروں کو محروم رکھا جائے۔ مثل مشہور ہے کہ حلوا بہ تنہا نبایست خورد⑥۔ دوسرے ہم کو شرعاً بھی اس کا حکم ہے کہ جن لوگوں کو اسلام کی خوبیاں معلوم نہیں ہیں ان کے سامنے ان کے محاسن کو بیان کریں تو اب دو

① صحیح البخاری:٣٩١ ②اس سے خاص مسلمانوں کا ذبیحہ مراد ہے ③ کہ اس سے خاص مسلمانوں کی نماز مراد ہے ④سوائے ذبح گائے کے ⑤ فائدہ اٹھانے ⑥حلوہ اکیلے نہیں کھانا چاہئے۔

قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جن کے پاس نعمت اسلام ہے مگر ادھوری ہے ان کو تو پورا مسلمان بنانے کی سعی کی جائے۔ اِس شعبہ کا نام تکمیل اسلام رکھتا ہوں دوسرے وہ جن کے پاس یہ نعمت نہیں ہے۔ اُن کو اسلام پہنچانا چاہئے اس شعبہ کا نام میں تبلیغ اسلام رکھتا ہوں۔ اس میں بہت زمانہ سے مسلمان کوتاہی کر رہے ہیں۔ اس فرض کو سب ہی نے بھلا دیا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا اصل کام یہی تھا وہاں پڑھنا پڑھانا اور کتابوں کا درس کہاں تھا انبیاء علیہم السلام کا اصل کام تبلیغ ہی تھا اب ہماری یہ حالت ہے کہ بہت لوگ تو اس کو معمولی کام سمجھتے ہیں اور جو اس کی ضرورت و مرتبہ کو کچھ سمجھتے بھی ہیں وہ بھی ایسی جگہ جا کر تبلیغ کرتے ہیں جہاں ان کی خاطر و مدارات ہوتی ہے کفار میں جا کر کوئی تبلیغ نہیں کرتا کیونکہ وہاں خاطر مدارات کہاں بلکہ بعض دفعہ برا بھلا سننا پڑتا ہے اس وجہ سے لوگ کفار کو تبلیغ کرتے ہوئے رکتے ہیں افسوس انبیاء علیہم السلام کی تو یہ حالت تھی کہ جن لوگوں نے ان کے خون بہائے۔ سر پھوڑے۔ دانت توڑا۔ لوہے کا خود سر میں گھسا دیا ان کو بھی تبلیغ کرتے رہے عام تکالیف جھیلتے رہے مگر تبلیغ سے نہیں رکے اور بڑا کمال یہ کہ ایسی ایسی تکالیف سہنے پر بھی کفار کے حق میں بد دعا نہیں کی۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسے دشمنوں کے واسطے بھی اُن کے منہ سے یہ دعا نکلتی تھی رب اهد قومی فانهم لا یعلمون (الٰہی میری قوم کی آنکھیں کھول دے کیونکہ یہ مجھ کو پہچانتے نہیں ہیں اس لئے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہیں اگر یہ مجھ کو پہچان لیتے تو ہرگز میرے ساتھ یہ معاملہ نہ کرتے ۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے آپ کے غلامانِ غلام بھی اُمت کے حال پر ایسے شفیق و مہربان ہوئے ہیں کہ اپنے ایذا رسانوں کے لئے ہمیشہ دعا ہی کرتے تھے۔

نفلی حج سے قبل اصلاح کی ضرورت

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ جب غار نیشا پور سے نکلے ہیں تو انھوں نے حج کا ارادہ کیا اور چونکہ یہ حج نفل تھا اس لئے تکمیل سلوک ① کے بعد انھوں نے حج کا قصد کیا اس سے پہلے نہیں کیا کیونکہ تکمیل سے پہلے نفس گندگیوں سے ملوث ہوتا ہے تو اُس پاک دربار کے اندر یہ ناپاکیاں لے کر نہ جانا چاہیئے۔ جب نفس تمام گندگیوں سے پاک وصاف ہو جاوے اس وقت اس قابل ہوتا ہے اس دربار میں حاضر ہو۔ ہاں فرض حج اس سے مستثنیٰ ہے بعض لوگ تو مکہ ایسے جاتے ہیں کہ ایک نواب کو گورنمنٹ نے جلا وطن کیا اور ان سے پوچھا

① تصوف اور سلوک کی تکمیل کے بعد

گیا کہ کہاں رہنا چاہتے ہو انھوں نے مکہ کو تجویز کیا کہ مجھے مکہ بھیج دیا جاوے۔ اب وہاں ان کی یہ حالت تھی کہ روزانہ سڑک پر کھڑے ہوئے عورتوں کو گھورتے تھے۔ اسی طرح بعض لوگ حج کا ارادہ محض سیر وسیاحت کی نیت سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کو سفرنامے لکھنے اور راستہ کے حالات قلمبند کرنے کا شوق ہوتا ہے اس کو حضرت عراقیؒ فرماتے ہیں۔

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند   کہ برون در چہ کردی کہ دردن خانہ آئی ①

بزمیں چو سجدہ کردم ز زمین ندا بر آمد   کہ مَرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی ②

اور ایسے ہی لوگوں کو شیخ مسعود بکؒ خطاب فرماتے ہیں کہ

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید   معشوق دریں جاست بیائید بیائید ③

مطلب یہ ہے کہ جس حالت سے تم حج کو جارہے ہو اس حالت میں رضائے محبوب اور وصال تم کو حاصل نہ ہوگا۔ ابھی تم کو اپنے گھر ہی میں کسی شیخ کے پاس رہ کر اصلاحِ نفس میں مشغول ہونا چاہئے اور یہ مت سمجھو کہ شیخ حج سے روک رہے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ تمہارے ایمان کی حفاظت کررہے ہیں۔ بعض لوگ حج کو جاتے ہیں مگر ایمان کو مکہ ہی چھوڑ آتے ہیں۔ اُن سے راستہ میں تکالیف کی برداشت نہیں ہوتی تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں اور حج کو فضول بتلاتے ہیں۔ بتلاؤ ان کا ایمان کہاں رہا۔ ایسے لوگوں سے یہی کہا جائے گا کہ تم ہندوستان میں رہ کر پہلے کسی شیخ سے نفس کی اصلاح کا نسخہ لے کر پی لو جب وہ اجازت دے تب حج کرنا۔ البتہ حج فرض کے لئے جانے کی تو ہر حال میں اجازت ہے ہاں حج نفل سے اس کو منع کیا جائے گا کیونکہ بعض لوگ نفل حج کے لئے بہت سے فرائض ترک کردیتے ہیں۔

بلا عمل رونا مفید نہیں

چنانچہ جہاز کے اندر آپ کو ایسے حاجی بہت ملیں گے جو دوسرے تیسرے حج کو جارہے ہوں گے مگر نماز ندارد۔ ہمارے ساتھ ایک سید صاحب عرب تھے وہ جہاز میں نماز نہ پڑھتے تھے اور روتے تھے کہ یہاں پاخانہ میں پانی شُرشُر چلتا ہے جس سے چھینٹیں پڑکر کپڑے ناپاک ہوجاتے تھے میں نماز کیسے پڑھوں؟ میں نے کہا۔

① ''کعبہ کے طواف کے لئے گیا تو مجھے رستہ نہ دیا۔ کہ تو نے کعبہ کے باہر ہی کیا کیا ہے جو اندر آرہا ہے''
② ''جب میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین پکاری۔ تو نے مجھکو گندہ کردیا سجدۂ ریا کرکے'' ③ ''اے لوگو حج کو کہاں جاتے ہو۔ محبوب یہاں ہے ادھر آؤ ادھر آؤ''

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازیں①

اگر خزانہ شاہی میں کھوٹے ہی روپے منظور ہوتے ہوں تو ہم کون ہیں جو یوں کہیں کہ نہیں حضور ہم تو کھرے ہی دیں گے کھوٹے کبھی داخل نہ کریں گے۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو حکم ہے کہ جہاز میں تم وسوسہ اور شبہ کی وجہ سے نماز ترک نہ کرو پڑھتے رہو تو ہم کو وسوسہ کی کیا ضرورت ہے۔ بس اگر کہیں ناپا کی آنکھوں سے نظر آجاوے اس کو پاک کر دو اگر نظر نہ آوے تو وہم کی کیا ضرورت ہے مگر وہ سید صاحب روتے تو بہت تھے جہاز میں نماز ایک دن نہ پڑھتے تھے۔ یاد رکھو بدون② عمل کے رونا کچھ مفید نہیں۔ بعض لوگ صرف وعظ میں رونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ مگر یہ تو ایسا ہوا جیسے گنگا کا اشنان③ کہ ذرا سا پانی بدن پر ڈال لیا سب پاپ④ بہہ گئے لیکن یہ تو ہندوؤں کا اعتقاد ہے مسلمان کا عقیدہ تو یہ ہے

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال صد سال میتواں بتمنّا گریستن⑤

رونے سے بدون عمل کے کچھ نہیں ہوتا اور اگر عمل ہو اور رونا نہ آوے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ میرے ایک دوست نے لکھا کہ مجھے رونا نہیں آتا میں نے لکھا پھر کیا حرج ہے۔ تمہارا دل تو رو رہا ہے تم اس کے مصداق ہو۔ اے خنک آں دل کہ آں بریان اوست۔ غرض نفل حج کے لئے جانے سے پہلے نفس کی اصلاح ضرور کر لینی چاہیئے مکہ ایسی حالت میں جائے کہ وہاں پہنچ کر ہندوستان یاد نہ آوے نہ وہاں کی تکالیف سے گھبرا کر یہاں کی راحتوں کا خیال آوے۔

جسم ہندوستان میں دل مکہ میں

ہمارے حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ مکہ میں رہنا اور دل ہندوستان اٹکا ہو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ ہندوستان میں رہے اور دل مکہ سے وابستہ ہو کہ دیکھئے کب زیارت نصیب ہو کس دن جانا ملے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد دُرّہ لے کر لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ بس حج ہو چکا اب اپنے اپنے گھر کا رستہ لو یَا اَهْلَ الْيَمَنِ يَمَنُكُمْ وَيَا اَهْلَ الشَّامِ شَامُكُمْ

① ”مجھ سے شہنشاہ دین اگر طمع کا خواہاں ہو تو پھر قناعت پر خاک“ ② بغیر عمل ③ گنگا کے پانی سے نہانا ④ سب گناہ مٹ گئے ⑤ ”اے عرفی اگر رونے سے وصال محبوب میسر آجائے تو وصال کی تمنا میں سو سال بھی رو سکتے ہیں“

وَيَا اَهْلَ الْعِرَاقِ عَرَاقِكُمْ ① واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے حکیم تھے وہ جانتے تھے کہ حج کے بعد قدرتی طور پر وطن کا اشتیاق دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تو اب ایسی حالت میں مکہ کے اندر قیام کرنا باطن کے لئے مضر ہے۔ اس دربار میں اپنے گھر کو یاد کرتے ہوئے نہ رہنا چاہیے کہ یہ بڑی گستاخی ہے مدینہ منورہ میں ایک صاحب نسبت بزرگ کی زبان سے اتنی بات نکل گئی کہ شام یا ہندوستان کا دہی یہاں کی دہی سے اچھا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ رویا یا عالمِ واقعہ میں فرمایا کہ نکل جاؤ ہمارے یہاں سے وہیں جا کر رہو جہاں کا دہی اچھا ہے۔ صاحبو! یہ نقصان ہوتا ہے اُس دربار میں پہنچ کر اپنے گھر بار کو یاد کرنے کا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے بعد لوگوں کو مکہ سے نکالتے تھے۔

قدیم وجدید رؤساء میں فرق

اور اسی واسطے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل سے پہلے حج کا ارادہ نہیں کیا جب سلوک کامل ہو گیا تب حج کو چلے راستہ میں سمندر تھا۔ ایک جہاز میں سوار ہوئے وہاں ایک رئیس رند مشرب بھی پہلے سے سوار تھا اس کے ساتھ گانے بجانے والے بھانڈ بھی تھے پہلے زمانے کے رؤساء ان خرافات میں تو مبتلا ہوتے تھے مگر آج کل کے رئیسوں سے پھر بھی بہت اچھے ہوتے تھے کیونکہ آج کل کے تعلیم یافتہ رؤساء گو ان ظاہری خرافات سے بَری ہیں مگر ان میں باطنی خرافات کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں وہ کیا؟ تکبر، غرور حسد، بے مروّتی بے رحمی اور پہلے رؤسار میں یہ باتیں نہ ہوتی تھیں۔ اپنے کو خاکسار سمجھتے تھے۔ متواضع ہوتے تھے اور آجکل کے تعلیم یافتہ ایسے متکبر ہوتے ہیں کہ انگریزی پڑھ کر اپنے کو دین کا بھی محقق سمجھنے لگتے ہیں احکام شرعیہ میں رائے دیتے ہیں۔ مولویوں کی تو ہستی کیا ہے رسول کی بات کو بھی رد کر دیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک حکم عام بیان فرمائیں اور یہ بلا دلیل محض اپنے اجتہاد سے اُس کو اُس زمانے کے لئے خاص بتائیں۔ پہلے رئیسوں میں یہ باتیں نہ ہوتی تھیں باوجودیکہ وہ آجکل کے رئیسوں سے زیادہ دین کا علم رکھتے تھے۔ کیونکہ اُس زمانہ میں انگریزی پڑھنے کا نام تو علم تھا ہی نہیں۔ قرآن وحدیث فارسی کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا علم شمار ہوتا تھا اور ان کتابوں میں دین ہی کی باتیں ہوتی ہیں مگر پھر بھی اس زمانہ کے رؤساء سے دین میں دخل اندازی منقول نہیں ہے اور اگر کسی

① اے اہل یمن تم یمن واپس جاؤ اے اہل شام تم شام واپس جاؤ اے اہل عراق تم عراق جاؤ“

سے منقول بھی ہے تو وہ بھی کسی عالم کے بہکانے سے خود ان کو ایسی جرات نہ ہوتی تھی۔

ابراہیم بن ادھمؒ کا حال

غرض بھانڈوں نے ایک دن کہا کہ آج تو ہم اس طرح نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص کے ساتھ مذاق کریں اس کے چپت اور دھول ماریں ① اس لئے کوئی شخص اس کام کے لئے تجویز کیا جاوے۔ وہاں بجز ابراہیم بن ادھمؒ کے کوئی شخص ایسا غریب نظر نہ آیا جس کو تختۂ مشق بنایا جاوے اللہ اللہ

عشق آمد لا اُبالی فاتقوا　　　　ایں چنیں شیخ گدائی کو بکو ②

چنانچہ اُن کو لے چلے اور وہ ساتھ ہو لئے وہ اس لئے ساتھ ہوئے لئے کہ

کہ دلِ ہر دو درِ تصرف اوست　　　　از خدا داں خلاف دشمن و دوست ③

کہ نراحت رسد زخلق نہ رنج　　　　گرگزندت رسد زخلق مرنج ④

وہ تو یہ سب معاملہ خدا کی طرف سے سمجھے ہوئے تھے اور زبان حال سے یہ کہتے جارہے تھے۔

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست　　　　بجرم عشق توام می کشند و غوغا ئیست ⑤

وہاں نقل شروع ہوئی اور حضرت ابراہیمؒ کو چپتیانے ⑥ لگے جب حضرت ابراہیم کا امتحان ہو چکا تو اب غضب الٰہی کو جوش ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا امتحان کرنے کے لئے بعض دفعہ مخالفوں اور دشمنوں کو اُن پر مسلط کر دیتے مگر پھر بہت جلد مخالفوں پر غضب وقہر کا نزول ہونے لگتا ہے یہ مت سمجھو کہ ہم کو مخالفت کرتے ہوئے اتنے دن ہو گئے اور کچھ نہیں ہوا اہل اللہ کا ستانا خالی نہیں جاتا ہے

چونکہ از حد بگذری رسوا کند　　　　حلم حق با تو مواسا ہا کند ⑦

اور اسی حالت میں حضرت ابراہیمؒ کو الہام ہوا کہ تم ذرا زبان ہلا دو تو ہم ابھی ان سب کو غرق کر دیں۔ اب اُن کا ظرف دیکھئے اگر ہم جیسے ہوتے تو نہ معلوم کیسی تیز بددعا کرتے وہ عرض کرتے ہیں

① اس کو تھپڑ مار کر مذاق اڑائیں ② ’’ایسا فقیر صفت شیخ عشق بڑا لا ابالی ہے بس ڈرتے ہی رہو‘‘ ③ ’’دوستوں اور دشمنوں کے مخالف ہو جانے کو بھی خدا کی طرف سے جانو۔ دونوں کے دل اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں‘‘ ④ ’’اگر خلق خدا سے تجھے کوئی تکلیف پہونچے تو رنج مت کر۔ کیونکہ مخلوق (بغیر حکم خدا) نہ راحت پہنچا سکتی ہے نہ تکلیف‘‘ ⑤ ’’تیرے عشق کے جرم میں تکلیف اٹھا رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں تو بھی کوٹھے پر آجا بہت اچھا تماشا ہے‘‘ ⑥ تھپڑ مارنے شروع کئے ⑦ ’’خدا کا حلم تجھے ڈھیل دیتا رہتا ہے تاکہ جب تو حد سے گزر جائے تو تجھے ذلیل کر دے‘‘

کہ حضور جب میری خاطر سے آپ ان کے حق میں میری بددعا قبول فرمانے کا وعدہ فرماتے ہیں تو میری خاطر سے آپ ان کی آنکھیں ہی نہ کھول دیں کہ جس باطنی بلاء① میں یہ غرق ہو رہے ہیں اس سے ان کو نجات مل جائے۔ دعا قبول ہوئی اور ان سب لوگوں کی قلبی آنکھوں پر سے غفلت کے پردے ہٹا دیئے گئے اور سب کے سب ولی ہو گئے اب جو آنکھیں کھلی ہیں اور حضرت ابراہیمؒ کا درجہ و حال معلوم ہوا اور اُس پر اپنی حرکتوں کو دیکھا تو بے اختیار سب قدموں میں گر پڑے۔ سبحان اللہ! کیسی شفقت تھی کہ ایسے گستاخ لوگوں پر بھی بددعا نہ کی گئی۔

مولانا یعقوب دھلویؒ کا حال

اور سنئے ابھی قریب زمانہ میں ایک بزرگ مولانا محمد یعقوب صاحب دہلویؒ گزرے ہیں جن کے دیکھنے والوں میں سے شاید اب بھی کوئی زندہ ہو مکہ کو ہجرت فرما گئے تھے۔ ان کا قصہ ہے کہ ایک بار وہ مکہ کے بازار میں کسی دوکان پر کچھ خرید رہے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ جتنی رقم ہوتی سب ایک تھیلی میں رکھتے تھے اور بازار میں ساری تھیلی لے جاتے اور جب اس میں سے کچھ نکالنا ہوتا تو ساری تھیلی دوکان پر الٹ کر جتنے کا سودا لینا ہوتا لے کر باقی تھیلی میں ڈال لیتے۔ غرض روپیہ کی حفاظت وغیرہ کا کچھ خیال نہ تھا نہ یہ فکر تھی کہ لوگ تھیلی کی جمع دیکھ کر میرے درپے② ہو جائیں گے۔ سبحان اللہ! یہ باتیں ہیں جو کرامات سے بھی زیادہ ہیں۔ غرض ایک دن اسی طرح سودا لے رہے تھے۔ ایک بدو نے تھیلی کو تاک لیا جس وقت آپ بازار سے لوٹے اور اس گلی میں داخل ہوئے جس میں آپ کا مکان تھا وہاں بجز③ مولانا کے اور اُس بدو کے کوئی نہ تھا بدو نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور تھیلی کو مولانا کے ہاتھ سے چھین کر یہ جا وہ جا آپ نے کچھ التفات④ بھی نہ فرمایا سیدھے اپنے گھر میں چلے گئے۔ اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ اُس بدو نے جو اُس گلی سے نکلنا چاہا تو حق تعالیٰ نے راستہ بند کر دیا وہ چل پھر کر پھر اسی موقعہ پر آ پہونچا جہاں سے تھیلی لے کر چلا تھا چند بار ایسا ہی ہوا کہ وہاں سے چلتا اور پھر وہیں آ موجود ہوتا۔ اب وہ سمجھا کہ یہ شخص خدا کا مقرب ہے شاید اس نے میرے واسطے بددعا کی ہے جو مجھ کو راستہ نہیں ملتا اس لئے اس نے مولانا کے دروازہ پر آ کر پکارنا شروع کیا یا شيخ يا شيخ خُذمني صرتك⑤ مگر مولانا نے ایک آواز کا بھی

① مصیبت ② میرے پیچھے لگ جائیں گے ③ سوائے ④ توجہ نہیں کی ⑤ ”اے شیخ مجھ سے اپنی تھیلی لے لو“

جواب نہ دیا تو اس بدو نے دوسری ترکیب کی کہ چلانا شروع کیا کہ اے لوگو! دوڑو مجھے ظالم سے بچاؤ۔ اس آواز پر لوگ جمع ہو گئے اور پوچھا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ کہنے لگا کہ اس گھر میں جو رہتا ہے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اُس کو بلاؤ ذرا گھر سے باہر نکلیں لوگوں نے کہا کہ وہ تو بڑے نیک آدمی ہیں وہ کسی پر ظلم نہیں کر سکتے۔ بدو نے کہا واللہ! مجھ پر انھوں نے بڑا ظلم کیا ہے تم ان کو بلاؤ تو آخر لوگوں نے مولانا کو آواز دی کہ ذرا گھر سے باہر تشریف لائیں آخر مولانا جیران ① کی رعایت سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے بدو سے پوچھا کہ بتلا انھوں نے تجھ پر کیا ظلم کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے ان کی تھیلی چھین لی تھی جب میں اس کو لے کر چلا تو راستہ مجھ پر بند ہو گیا۔ میں اس کوچہ ② سے باہر نکلنا چاہتا تھا مگر چل پھر کر اسی جگہ آموجود ہوتا جہاں اب کھڑا ہوں۔ میں نے اس شخص کو آواز دی کہ اپنی تھیلی مجھ سے لے لو تو اس نے میری آواز کا جواب بھی نہ دیا یہ ظلم انھوں نے میرے اوپر کیا ہے کہ نہ تو تھیلی واپس لیتے ہیں نہ مجھ کو راستہ ملتا ہے اب تم لوگ ان سے کہو کہ مجھ سے اپنی تھیلی واپس لے لیں اور مجھے اس بلا سے نجات دیں۔ لوگوں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت اپنی تھیلی واپس لے لیجئے اور اس غریب پر رحم کیجئے اب عجیب بات دیکھئے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تھیلی تو میری نہیں ہے اور بدو کہتا تھا کہ واللہ یہ ان ہی کی ہے میں نے ان کے ہاتھ سے چھینی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہاں چھیننے سے پہلے تو میری تھی مگر چھیننے کے بعد میری نہیں رہی بلکہ تیری ملک ہو چکی ہے کیونکہ جب تو نے اس کو چھینا تھا میں نے اُسی وقت حق تعالیٰ سے عرض کر دیا تھا کہ میری وجہ سے اس شخص کو عذاب نہ کیا جاوے میں نے یہ تھیلی اس کو ہبہ کر دی ہے اور قبضہ اس کا ہے ہی۔ بس اس کی ہو گئی اس لئے اب یہ میری نہیں رہی میں اس کو واپس نہیں لے سکتا (اور گو قبول ابھی تک واقع نہ ہوا تھا مگر واہب تو اپنی طرف سے اخراج عن الملک ③ کا سامان پورا کر چکے اس لئے اپنے حق میں معاملہ ہبہ کا کیا یہ غایت احتیاط ہے) لوگ حیران رہ گئے کہ عجیب ماجرا ہے آخر بدو نے کہا کہ اگر تم تھیلی کو واپس نہیں لیتے تو میرے واسطے دعا ہی کر دو کہ مجھے راستہ مل جاوے۔ مولانا نے دعا فرمادی اور وہ خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔ صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامانِ غلام کی یہ شفقت ہے اپنے ایذا دینے والوں پر پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کا کیا حال ہوگا۔ واقعی سچ ہے

① یعنی پڑوسیوں ۱۲ ② محلہ سے ③ اپنی ملک سے نکالنے کی ترکیب کر چکے تھے۔

نماند معصیاں کسے در گرو که دارد چنیں سید پیشرو ①

جب حضور ﷺ کی یہ شفقت ہے تو ان شاء اللہ ہم گنہگار بھی آپ کے طفیل سے پار ہو جائیں گے۔ اور تبلیغ اسلام کا کام زیادہ تر شفقت سے ہوا ہے جس کو امت کے حال پر شفقت ہوگی وہی تبلیغ کے مصائب کو خوشی سے برداشت کر سکے گا اب چونکہ ہم لوگوں میں شفقت نہیں ہے۔ اس لیے تبلیغ میں کمی ہو رہی ہے ہم لوگ جو جھوٹے سچے مولوی کہلاتے ہیں ہم بھی وعظ کہنے وہیں جاتے ہیں جہاں کھانے کو عمدہ عمدہ غذائیں ملیں۔ نخروں سے بلائے جائیں کرایہ ڈبل ملے۔

حضرت تھانویؒ کا حال

ایک بار میں ایک انجمن کے جلسہ میں بلایا گیا جب لوگوں نے مجھے کرایہ دینا چاہا تو بہت رقم پیش کی۔ میں نے کہا کہ اتنی رقم میں کیا کروں گا۔ میرے تو چند روپے صَرف ہوئے ہیں ان کو اس جواب پر بڑی حیرت ہوئی پھر کھانے کے اندر انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ چائے پئیں گے میں نے کہا نہیں پان کھائیں گے میں نے کہا نہیں مجھے ان میں سے کسی کی عادت نہیں۔ پوچھا کھانا خاص قسم کا کھائیں گے میں نے کہا کہ اپنے گھر پر دال روٹی کھاتا ہوں وہی کھاؤں گا۔ اُن کو ہر بات پر تعجب ہوتا تھا آخر میں نے پوچھا کہ آپ کو حیرت و تعجب کیوں ہے اور یہ سوالات آپ مجھ سے کیوں کرتے ہیں کہنے لگے کہ صاحب یہاں ایک واعظ صاحب ابھی آئے تھے جنھوں نے بڑے عیب نکالے بہت ہی نخروں سے کھانا کھاتے تھے۔ دو دن میں گیارہ روپے کے پان کھائے (خیر کھاتے تو کیا ہوں گے مگر حاضرین کو کھلائے جس کا اُن کو کوئی حق نہ تھا جبکہ میزبان کو گراں ہوا) اس لئے ہم کو آپ کی ہر بات پر تعجب ہوتا ہے کہ آپ تو کرایہ بھی بہت کم بتلاتے ہیں اور دال روٹی کے سوا کسی چیز کی درخواست نہیں کرتے نہ چائے کی نہ پان کی۔ میں نے کہا بھائی وہ بڑے درجہ کے آدمی تھے اُن کا ویسا ہی خرچ بھی تھا۔ میں تو گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ چھوٹے درجہ کا آدمی ہوں ویسا ہی میرا مختصر خرچ ہے۔

① ''کوئی گناہگار بھی باقی نہ رہا کیونکہ محمد ﷺ جیسا پیشوا مل گیا''

تبلیغ کی ضرورت

غرض ان وجوہ سے تبلیغ کا کام رک گیا کیونکہ جن کفار میں تبلیغ کی ضرورت ہے یا جن نومسلموں کو کفار سے بچانا ضروری ہے ان کی حالت یہ ہے کہ ہم سے ان کو پرہیز ہے وہ ہم کو خود تو کیا بلاتے، جانے کے بعد ٹھیرنے کو جگہ بھی نہیں دیتے نہ کھانے کو پوچھتے ہیں نہ پانی کو بھلا وہ تم کو ڈبل کرایہ اور چائے پان کہاں دیں گے۔ پھر ایسی جگہ کون جائے اور یہ تکلیفیں کون جھیلے ① جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام دوسری جگہ تو کیا پھیلتا جہاں اسلام پہلے سے تھا وہاں سے بھی نکلنے لگا۔ مگر آج کل ایک قصہ کی وجہ سے لوگوں کو پھر تبلیغ پر کچھ توجہ ہوئی ہے اور اس کی ضرورت کا احساس ہوا ہے گو مجھے یہ اُمید اپنے بھائیوں سے نہیں ہے کہ وہ اس پر دوام کریں کیونکہ ان میں نرا جوش ہی جوش ہوتا ہے استقلال نہیں ہے اور جوش کا قاعدہ ہے کہ وہ زیادہ دیر پا نہیں ہوتا۔ کاش! اگر ان میں جوش کے ساتھ استقلال بھی ہوتا تو کیا اچھا ہوتا مگر ان کا جوش بھی مستقل نہیں ہوتا صرف چند روزہ ہوتا ہے مگر خیر اس جوش کا پیدا ہونا بھی خدا کی رحمت ہے اس سے ہم کو کام لینا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس جوش کی حالت میں ہوش سے کام لے کر ایسی تدبیریں نکالیں جس سے تبلیغ کا کام ہمیشہ چلتا رہے اور محض زمانۂ جوش تک منحصر نہ رہے جس کی صورت آسان یہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں نے اسلامی مدارس تعلیم عربی کے لئے قائم کر رکھے ہیں جو بدون کسی جوش کے زمانۂ دراز سے چلے آرہے ہیں اسی طرح کچھ مستقل مدارس محض تبلیغ کے لئے قائم کردیں جن میں صرف اس کام کی تعلیم دی جائے اور مبلغین تیار کئے جائیں۔ مدارس عربیہ کے ساتھ اس کام کو ملحق نہ کیا جاوے اس سے تعلیم علوم دین کے کام میں نقص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ تجربہ سے معلوم ہوجائیگا۔

علماء مبلغین کا دستور العمل

دوسری صورت یہ ہے کہ آجکل تعلیم یافتہ مسلمانوں میں اور علماء میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو فکر معاش وغیرہ سے فارغ ہیں وہ تو اس وقت سے اپنے کو تبلیغ کے لئے وقف کر دیں اور جو لوگ فکر معاش سے فارغ نہ ہوں مگر اس وقت کسی اور کام میں بھی مشغول نہیں وہ بھی

① برداشت کرے۔

اس کام میں لگ جائیں اور اہل تمول ان کی اعانت کریں اور جو لوگ ملازمت وغیرہ یا درس و تدریس میں مشغول ہیں وہ اپنے کام کو ترک نہ کریں مگر تعطیل کے زمانہ میں یا کچھ رخصت بلا وضع تنخواہ مل سکے تو رخصت لے کر ان ایام میں تبلیغ کا کام کیا کریں اس طرح ہزاروں مبلغ مفت مل جائیں گے مگر اس کی ضرورت ہے کہ ہر شخص اس کام کی اہمیت کا احساس کر کے اس پر توجہ کرے۔ ایک صورت چندہ کی ہے کہ عام لوگ چندہ دیں اور خاص لوگ تبلیغ کا کام کریں مگر یہ صورت بہت بدنام ہو گئی ہے اور ہم نے خود اس کو بدنام کیا ہے کہ مخلوق کا روپیہ لے کر کام کچھ بھی نہ کیا اور روپیہ کھا پی کر سب برابر کر دیا ورنہ یہ صورت بہت اچھی اور آسان تھی تمام قومیں مذہبی کام اس طرز سے کر رہی ہیں مگر میں اس صورت کی رائے نہیں دیتا۔ میرے نزدیک چندہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہر رئیس اپنی حیثیت کے موافق ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ رکھ لے یا چند رؤساء مل کر ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ رکھ لیں اور ہر مہینے اس کو تنخواہ خود دے دیا کریں کسی انجمن وغیرہ میں چندہ بھیجنے کی ضرورت نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ مبلغ کا انتخاب خود نہ کریں بلکہ علماء سے مشورہ کر کے کسی کو ملازم رکھیں لیکن اس کے ساتھ ملازم کا سا برتاؤ نہ کریں بلکہ اس کو اپنا مخدوم سمجھیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جو انجمنیں تبلیغ کا کام کر رہی ہیں ان کی ہی اعانت مال سے کرتے رہیں اگر اس کے کارکن خیانت کریں گے۔ خدا کے یہاں بھگتیں گے مگر جس کی خیانت کا علم ہو جائے اس کو پھر چندہ نہ دیں بلکہ اب اُس کو دیں جس کی خیانت کا ہنوز علم نہیں ہوا وعلی ہذا۔ اور جو لوگ مالی اعانت نہ کر سکیں وہ دعا کرتے رہیں یہ بھی بڑی امداد ہے۔

لَا خَيْلَ عِنْدَكَ تُهْدِيهَا وَلَا مَالَ فَلْيَسْعَدِ النُّطْقَ إِنْ لَّمْ يَسْعَدَ الْحَالَ ①

اور جس سے دعا بھی نہ ہو سکے تو للہ وہ اس پر ہی عمل کریں

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

یعنی وہ خدا کے واسطے اس کام میں روڑے تو نہ اٹکاوے ہیں آجکل ایسے بھی مسلمان ہیں جو تبلیغ کے کام میں روڑے اٹکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کام چھوڑ دو اس سے ہندو مسلم اتحاد میں فرق آتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہندو مسلم اتحاد کا نقصان

ان کے یہاں اب بھی ہندوؤں سے اتحاد ہی چلا جا رہا ہے مگر مزہ یہ ہے کہ اتحاد تو

① ”تیرے پاس ہدیہ میں پیش کرنے کے لئے نہ گھوڑا ہے نہ مال۔ تو اگر حال مدد نہ کر سکا تو گویا کی ہی مدد کرے“

جانبین سے ہوا کرتا ہے مگر ان کا اتحاد یک طرفی ہے کہ ہندو تو ان کی ذرا سی بھی رعایت نہیں کرتے جہاں ان کو موقع ملتا ہے۔ مسلمانوں کو مرتد کر لیتے ہیں۔ آبروریزی یا جان و مال کے درپے ہو جاتے ہیں مگر ان حضرات کا اتحاد اب بھی باقی ہے۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ جب مسلمانوں کو ہندو مرتد بنا رہے ہیں تو کیا مسلمانوں کو مرتد ہونے دیا جائے؟ ان کو سنبھالنے کی کوشش نہ کی جائے اگر ان کی یہی رائے ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ چاہے ایمان جاتا رہے مگر اتحاد نہ جائے تو ایسے اتحاد پر لعنت ہے جس کے واسطے ایمان و اسلام کی بھی پروا نہ رہے۔

تبلیغ کا طریقہ

جن صاحبوں کی یہ رائے ہو وہ خود تبلیغ نہ کریں مگر جو لوگ یہ کام کرنا چاہتے ہیں ان کو یہ کس لئے روکتے ہیں بس مسلمانوں کو اللہ کے نام پر یہ کام شروع کرنا چاہئے اور ان لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ کرنا چاہئے تبلیغ میں بحث و مباحثہ یا ہُلڑ کی ضرورت نہیں۔ سکون و وقار سے کام کرو جہاں مباحثہ کی دوسری طرف سے تحریک ہو وہاں کرو خود چھیڑ نہ اٹھاؤ بلکہ صاف کہہ دو کہ ہم اپنا کام کریں تم اپنا کام کرو جس کا مذہب حق ہوگا اس کی حقانیت خود واضح ہو جائے گی۔ واللہ اسلام کی تعلیم وہ ہے کہ اس کی سادہ تعلیم کے مقابلہ میں کوئی تعلیم ٹھیر نہیں سکتی اسلام کی دلربائی کی یہ شان ہے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم   کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست ①

اسلام کے محاسن تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا تو وقت نہیں رہا مگر اختصاراً میں چند محاسن بتلاتا ہوں اسی سے باقی کو سمجھ لیا جائے۔

قیاس کن گگلستان من بہار مرا ②

اسلام کا ایک حسن یہ ہے کہ اُس کو اپنی اشاعت کے لئے نہ زر کی ضرورت ہے نہ زور کی، بلکہ اسلام کی تعلیم خود قلوب کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔ جس کا تجربہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جس مجمع میں ہندو مسلمان دونوں موجود ہوں وہاں پہلے ایک ہندو سے کہا جائے کہ وہ اپنے مذہب کی باتیں بیان کرے اس کے بعد کسی عالم سے کہا جاوے کہ وہ اسلام کی باتیں بیان کرے دونوں حالتوں میں مجمع کی حالت دیکھ لی جائے کہ اُن پر کس تعلیم کا اثر زیادہ ہوتا ہے، ہم

① ''از سرتا پا جدھر بھی نگاہ ڈالتا ہوں کرشمہ قدرت دامن دل کو کھینچتا ہے کہ (دیکھنے کی) جگہ یہی ہے''
② ''باغ سے ہی اس کی بہار کا اندازہ کرلیا جائے''

نے ریل میں خود تجربہ کیا ہے کہ جب کبھی ہم چند احباب آپس میں معمولی باتیں اصلاح اعمال وغیرہ کے متعلق کرتے تھے تو ہندو غور سے اُن باتوں کو سنتے اور آپس میں کہتے تھے کہ ان لوگوں کی باتوں کی طرف دل کھنچتا ہے۔ دوسرا جواب دیتا تھا کہ ان کی باتیں سچی ہیں اور سچائی کی طرف دل کھنچا ہی کرتا ہے۔ ایک مرتبہ ریل میں ہم باتیں علمی کررہے تھے۔ وہاں ہندو بھی موجود تھے جب اسٹیشن آگیا اور ہم اُترنے لگے تو ایک ہندو کہنے لگا کہ آپ تو سارا نور اپنے ساتھ لے چلے جب تک آپ ریل میں رہے ایک نور ہمارے ساتھ تھا۔ آخر یہ کیا بات تھی۔ صاحبو! کفار کو بھی اسلام کی باتوں میں نور کا احساس ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جب کسی کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو اس کو نہ روپیہ کا لالچ دیتے ہیں نہ اپنی طرف کشش کرنے کے لئے جبر کرتے ہیں۔

قبول اسلام صرف رضاء الٰہی کے لیے ہو

ایک مرتبہ کانپور میں ایک عیسائی میرے پاس آیا کہ مجھے مسلمان کرلو اور میرے واسطے دوسو روپے چندہ کرادو تاکہ میں اس سے تجارت شروع کرکے معاش پیدا کرسکوں۔ میں نے کہا کہ تم دوسو روپیہ کہتے ہو میں ایک روپیہ بھی چندہ سے جمع نہ کروں گا اور نہ ہم کو اس کی ضرورت ہے اگر تم اسلام کو حق سمجھ کر اپنی نجات کے واسطے اختیار کرتے ہو تو ہمیں تم سے یہ کہنے کا حق ہے کہ تم اس دولت کا نشان بتلانے کے معاوضہ میں ہم کو کچھ دو نہ کہ الٹا تم ہم سے مانگتے ہو ہم اس کا وعدہ ہرگز نہ کریں گے چاہے اسلام لاؤ یا نہ لاؤ۔ چونکہ وہ سچے دل سے اسلام لانا چاہتا تھا اسلئے اس نے کہا کہ میں اپنا قول واپس لیتا ہوں اور میں آپ سے ایک پیسہ بھی نہیں مانگتا۔ میں تو صرف مسلمان ہونا چاہتا ہوں روزی کا خدا مالک ہے۔ جب اس نے یہ کہا تب میں نے اُسے مسلمان کیا پھر اسلام ①

① یہاں سے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کا جوب ہوگیا کہ اسلام مال کے لالچ سے پھیلایا گیا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ مؤلفتہ القلوب کے لیے اسلام میں ایک خاص حکم وارد ہے۔ ان لوگوں نے تالیف قلب کی حقیقت نہیں سمجھی اسلام میں تالیف قلب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں سے یوں کہا جائے کہ تم اسلام قبول کرلو ہم تم کو اتنا روپیہ دیں گے یا زمین و جائیداد دیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرلے یا قبول کرنا چاہتا ہو اس کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کیا جائے اور اگر وہ محض روپیہ کے لالچ سے اسلام لانا چاہتا ہو تو اس صورت میں اُس سے صاف کہہ دینا چاہئے کہ ہم روپیہ دینے کا وعدہ نہیں کرتے اور نہ اس وعدہ پر تم کو مسلمان کرسکتے ہیں، اگر تم اسلام کو حق سمجھتے ہو تو اسلام لاؤ اور جو ہمارا حال ہے اس حال پر تم بھی رہو محنت و مزدوری کرو اور کھاؤ کماؤ ۱۲ جامع۔

کے بعد چونکہ وہ ہمارا بھائی ہوگیا اور بھائی کی اعانت و امداد انسانیت و مروت کا مقتضا ہے تو پھر ہم نے اس کی خدمت بھی کی۔ مگر اسلام لاتے وقت صاف انکار کر دیا۔

کفار کو دعوت و تبلیغ کا طریقہ

دوسرے یہ کہ اسلام میں دو چیزیں ہیں، اصول و فروع عقائد کو اصول کہتے ہیں اور اعمال کو فروع - اور اس پر سب عقلاء کا اتفاق ہے کہ ہر مذہب کی خوبی کا مدار اس کے اصول کی پاکیزگی پر ہے جس کے اصول پاکیزہ اور حق ہیں اس کے فروع بھی پاکیزہ ہوں گے اس لئے مخالفین کے سامنے ہم کو سب سے پہلے اصول اسلام کی پاکیزگی ثابت کرنا چاہئے کیونکہ اصول عقلی ہوتے ہیں۔ ان پر عقلی دلائل قائم کر کے خصم کو مجحوج ① کر سکتے ہیں اور فروع ② کا عقلی ہونا لازم نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ ان کا ثبوت عقل سے ہو بلکہ بہت سے فروع سمع ③ و نقل سے ثابت ہوتے ہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ فروع عقل کے خلاف نہ ہوں پس سو بحمد اللہ اصول اسلام سب عقلی ہیں اور فروع عقل کے خلاف نہیں پس سب سے پہلے کفار کے سامنے توحید و رسالت کو ثابت کیا جائے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کر لیں گے تو اس کے بعد جس فروعی مسئلہ کی وہ دلیل مانگیں اس کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلاں ارشاد سے ثابت ہے خواہ صراحۃً یا دلالۃً۔ اس کے بعد اگر وہ یہ کہے کہ یہ حکم عقل کے خلاف ہے تو ہمارے ذمہ اس کا اثبات ہوگا کہ یہ حکم خلاف عقل نہیں ہے کیونکہ خلاف عقل محال ④ ہوتا ہے یا قبیح ⑤ اور یہ حکم نہ مستلزم محال ہے نہ اس میں کوئی قبح ⑥ ہے اس طریقہ سے گفتگو مختصر اور سہل ⑦ ہو جاتی ہے۔ بہر حال اصول اسلام سب عقلی ہیں جن میں توحید اصل الاصول ہے۔

اسلام کی خوبی

اب اسلام کی خوبی دیکھئے کہ اس میں توحید ایسی کامل ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کی توحید ایسی کامل نہیں۔ چنانچہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اسلام میں حرام ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے فارسؔ اور رومؔ کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے

---

① دشمن کے دلائل کا جواب دے سکتے ہیں ② اعمال کا عقلی دلائل سے ثابت ہونا ضروری نہیں ③ سننے اور منقول ہونے سے متعلق ہوتے ہیں ④ ناممکن الوقوع ⑤ برا ⑥ برائی ⑦ آسان۔

بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ حضور ﷺ نے اُس کی حرمت کو کس عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا جس سے اس فعل کی لغویت بخوبی ظاہر ہوگئی۔ فرمایا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم میرے مرنے کے بعد میری قبر پر گذرو تو کیا① میری قبر کو بھی سجدہ کرو گے۔ حضرات صحابہؓ کیسے سلیم العقل تھے۔ جواب دیا کہ نہیں، فرمایا تو اب ہی کیوں سجدہ کرتے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر میں خدا کے سوا کسی کے لئے سجدہ جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب میں بتلا دیا کہ جو چیز فانی ہے اور اس کے ظہور فنا کے بعد تم اس کو سجدہ کرنا گوارا نہیں کرتے وہ اس وقت بھی سجدہ کے قابل نہیں کیونکہ وہ اس وقت بھی فانی ہے حضرات صحابہ سلیم العقل تھے② اس بات کو سمجھ گئے کہ مرنے کے بعد انسان سجدہ کے قابل نہیں۔ ۱۲ جامع)

اگر آج کل کے لوگ ہوتے تو کہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو آپ کی قبر کو ایک بار کیا چار مرتبہ سجدہ کریں گے۔ اس واقعہ سے اسلام کی توحید کا کامل ہونا معلوم ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اشاعت اسلام سے اپنی تعظیم کرانا نہ تھا کیونکہ جو شخص بڑا بننا چاہتا ہے وہ تو خود اس کی کوشش کرتا ہے کہ لوگ میرے سامنے جھکیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے کہ لوگ از خود آپ کو سجدہ کرنا چاہتے تھے اور آپ نے ان کو اس سے منع کیا اور صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ اپنا فانی ہونا اُن پر ظاہر کر دیا۔

جاہل کافروں کا اعتراض

مگر پھر بھی بعض جہلاء کفر کا حضور ﷺ پر یہ اعتراض ہے کہ آپ (نعوذ باللہ) بڑا بننا چاہتے تھے اور دلیل میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے حج کے موقع پر ایک صحابی کو اپنے موئے مبارک دیئے تھے کہ مسلمانوں میں ان کو تقسیم کر دو۔ اس پر وہ جاہل لکھتا ہے کہ دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے بال اس لئے تقسیم کرائے تا کہ لوگ ان کو تبرّک سمجھ کر تعظیم سے رکھیں تو گویا آپ نے بڑا بننا چاہا۔ استغفر اللہ! یہ آجکل کی فہم و عقل ہے۔ افسوس اس شخص کو عبادت و محبت کے مقتضیٰ میں بھی فرق معلوم نہیں۔ واقعی کفار کو محبت و عشق کا چرکہ③ نہیں لگا۔ اسی واسطے وہ ایسے واقعات کی حقیقت نہیں سمجھتے۔ جی

① اس کام کا بے ہودہ ہونا خوب ظاہر ہوگیا ② کامل العقل ③ محبت و عشق کا چسکہ نہیں لگا۔

تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو جواب بھی نہ دیا جائے اور یہ کہہ دیا جاوے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج و خود پرستی ①

اعتراض کا جواب

مگر تبرعا میں اس کا جواب دیتا ہوں تا کہ کسی مسلمان کو اگر اس اعتراض سے شبہ پڑ گیا ہو تو وہ اس جواب سے تسلّی حاصل کر سکے۔ بات یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ نے اپنے بال کن لوگوں کو تقسیم کرائے تھے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں میں اپنے بال تقسیم کرائے تھے جن کی محبت کی یہ حالت تھی کہ جب آپ ﷺ وضو کرتے تھے تو وضو کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ آپ کا تھوک اور سارا وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے منہ کو مَلتے اور اُسے آنکھوں سے لگاتے تھے اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا تھا کہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے وضو کا پانی اور آپ ﷺ کا تھوک میرے ہاتھ میں آئے۔ چنانچہ اس کوشش میں ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور ان کی محبت کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضور ﷺ نے پچھنے ② لگوائے اور اس کا خون ایک صحابی کو دیا کہ اس کو کسی جگہ احتیاط سے دفن کر دو صحابی کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ حضور ﷺ کا خون زمین میں دفن کیا جائے۔ انھوں نے الگ جا کر اُسے خود پی لیا۔ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ (نعوذ باللہ) صحابی بہت ہی بے حس تھے کہ ان کو تھوک ملتے ہوئے اور خون پیتے ہوئے گھن نہ آتی تھی۔

عشق و محبت کا مقتضیٰ

بات یہ ہے کہ ان امور کا تعلق عشق و محبت سے ہے اور اس کی حقیقت عاشق ہی سمجھ سکتا ہے جس کا مذاق یہ ہوتا ہے

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم ③

صاحبو! اگر آپ کو کبھی کسی سے عشق ہوا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عاشق بعض دفعہ محبوب کی زبان اپنے منہ میں لے کر چوستا ہے اور عشاق لعابِ دہن محبوب ④ کی

---

① ”عشق کے بھید مدعی کے سامنے مت کہو۔ چھوڑ دو تا کہ غرور اور گھمنڈ میں مرجائے“ ② سر میں کھڑے استرے سے کٹ لگا کر فاسد خون نکالا جاتا ہے ③ ”مجھ کو آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ ان کو محبوب کا رخ انور نہ دیکھنے دوں اور نہ کانوں کو اسکی باتیں سننے دوں“ ④ محبوب کے منہ کے تھوک کے بارے میں اس کی تعریف کرتے ہوئے کتنے ہی اشعار لکھ دئے۔

مدح میں دفتر کے دفتر اشعار میں لکھ گئے ہیں تو کیا بے حس ہیں؟ ہر گز نہیں اگر یہ بے حس ہیں تو یوں سمجھئے کہ ساری دنیا بے حس ہے۔ کیونکہ محبت میں ہر شخص یہی کرتا ہے۔ کوئی عاشق اس سے بچا ہوا نہیں۔ اسی طرح اگر کسی محبوب کے بدن میں سے خون بہنے لگے تو عشاق اس جگہ منہ لگا کر خون کو چوستے ہیں تاکہ محبوب کو زخم کی تکلیف کا احساس نہ ہو یا کم ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ محبوب کا خون چوسنا بھی کوئی گھن کی چیز نہیں۔ عاشق کو اس سے جو حظ ہوتا ہے اُس کے دل سے پوچھنا چاہیئے پھر جب ادنیٰ ادنیٰ محبوب کا لعاب دہن اور خون گھن کی چیز نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھوک اور پسینہ اور خون تو کیونکر گھن کی چیز ہو سکتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ قدرتی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام بدن خوشبودار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ میں اس قدر خوشبو تھی کہ عطر کی خوشبو اُس کے سامنے بے حقیقت چیز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن نہایت خوشبودار اور شیریں تھا اور یہی حال آپ کے خون کا تھا۔ تو ایسی چیز سے کون شخص گھن کر سکتا ہے مگر کفار کو ان امور کی کیا خبر نہ ان کو عشق و محبت کی ہوا لگی ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات سے اطلاع ہے ۱۲ جامع۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال صحابہ میں تقسیم کرنے کی وجہ

بہر حال صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے عاشق تھے کہ وضو کا پانی بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور اس کو ہاتھوں ہاتھ لینے کے لئے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تھے تو ایسی جماعت سے یہ کیا اُمید تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو زمین میں دفن ہونے دیں گے کیونکہ یقیناً بال کا درجہ وضو کے پانی سے زیادہ تھا۔ اس کو محض جسم سے تلبّس ہوا تھا اور یہ تو بدن کا جزو ہے۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں کو دفن کراتے تو یقیناً صحابہ زمین میں سے ان کو نکالنے کی کوشش کرتے پھر اس میں ہر شخص یہ کوشش کرتا کہ میرے ہاتھ زیادہ بال آئیں تو ایک دوسرے پر گرتا اور عجب نہیں کہ قتال کی نوبت آجاتی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نزاع① وقتال سے صحابہ کو بچانے کے لئے اپنے بال خود ہی تقسیم کرادیئے اور دفن نہ کرائے۔ بتلایئے کہ اب اس میں کیا اشکال ہے پس معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے بال تقسیم کرانا اپنی تعظیم و عبادت کے لئے نہ تھا بلکہ صحابہؓ کی محبت پر نظر کرتے ہوئے اُن کے نزاع وقتال کے رفع دفع کرنے کے لئے تھا۔

① جھگڑے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فیاضی و عاجزی

اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ذرّہ برابر بھی بڑائی و تکبر کا خیال ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمدہ لباس پہنتے۔ عمدہ مکان بناتے۔ نفیس نفیس کھانا کھایا کرتے۔ آپ کے پاس خزانہ جمع ہوتا مگر تاریخ شاہد ہے اور احادیث میں صحیح طریقہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لباس موٹا جھوٹا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکانات سب کچے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے تھے یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مال آتا نہ تھا، نہیں۔ بعضی جنگ میں اتنا مال آیا کہ اس کی شمار نہیں ہوسکتی تھی۔ بکریوں سے جنگل کے جنگل بھر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب بکریاں ایک اعرابی کو اس کے سوال پر عطا فرمادیں اور اونٹ اس قدر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کو سو کسی کو دوسو عنایت فرمائے۔ جب بحرین کا جزیہ آیا تو اتنا روپیہ تھا کہ مسجد کے اندر سونے کا ڈھیر لگ گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تھوڑی دیر میں سب کا سب صحابہؓ کو تقسیم فرما دیا اور اپنے واسطے ایک درہم بھی نہ رکھا تو کیا بڑائی چاہنے والا یہ گوارا کرسکتا ہے کہ خود تو خالی ہاتھ رہے اور مخلوق کو مالا مال کر دے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت تھی کہ راستہ میں جب چلتے تھے تو صحابہؓ کو اپنے سے آگے چلنے کا حکم کرتے تھے اور خود پیچھے چلتے۔ بعض دفعہ کوئی صحابی سواری پر سوار ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے وہ اُترنا چاہتے اور آپ منع فرماتے اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا سودا بازار سے خود لے آیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی کام میں آپ سے امداد لینا چاہتا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتا لیجاتا اور آپ اُس کا کام کر دیتے تھے۔ گھر میں آکر آپ اپنے گھر کے کام بھی کرتے تھے کبھی بکری کا دودھ خود نکال لیا۔ کبھی جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیا کبھی آٹا گوندھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعض دفعہ زمین پر بیٹھ جاتے بوریہ پر لیٹ جاتے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو پر نشان ہو جاتے۔ بعض دفعہ کسی یہودی کا آپ پر قرض ہوتا اور وہ تقاضا کرنے میں سختی کرتا برا بھلا کہتا اور حضرات صحابہ کو یہودی پر غصہ آتا وہ اُس کو دھمکانا چاہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کو منع فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ حق دار کو کہنے سننے کا حق ہے۔ اس جاہل معترض سے کوئی پوچھے کہ کیا بڑائی اور عظمت چاہنے والوں کے یہی حالات ہوا کرتے ہیں۔ افسوس اُس نے ایک بال تقسیم کرنے کا واقعہ لے لیا اور ان تمام واقعات سے اندھا ہوگیا۔ سو میری تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ بال تقسیم کرنے کا واقعہ بھی بڑائی یا عظمت کے لئے نہ تھا بلکہ اُس میں وہی تمدّنی اور سیاسی مصلحت تھی جو میں نے ابھی ذکر کی۔

تکمیل توحید

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال تقسیم فرما کر قیامت تک کے لئے یہ بات بتلادی میں فانی ہوں اور بشر ہوں کیونکہ بال متغیر وحادث ہیں کبھی وہ سر کے اوپر ہیں کبھی استرے سے مونڈ کر جدا کئے جاتے ہیں تو جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو دیکھے گا (چنانچہ بعض بحمد اللہ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال محفوظ ہیں اور لوگ ان کی زیارت کرتے ہیں) تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فانی وبشر ہونے پر استدلال کرے گا اور سمجھ جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان تھے خدا نہ تھے تو اس سے آپ نے مسلمانوں کی توحید کو کامل فرمایا کہ اپنی عظمت وبڑائی چاہی

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند ①

استقبال کعبہ پر اعتراض کا جواب

باب توحید میں مخالفین کو استقبال قبلہ پر بھی اعتراض ہے کہ مسلمان کعبہ کی پرستش کرتے ہیں ۔ جواب یہ ہے کہ ہم کعبہ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ عبادت خدا کی کرتے ہیں اور صرف منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں اور اس کے لئے ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں ایک یہ کہ ہم خود اس کی معبودیت ② کی نفی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی عابد اپنے معبود ③ کی معبودیت کی نفی نہیں کیا کرتا ۔ دوسرے یہ کہ نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کے دل میں کعبہ کا خیال نہ آئے مگر کعبہ کی طرف منہ رہے تو نماز درست ہے ۔ چنانچہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ مسجد میں آ کر نماز شروع کر دیتے ہیں اور کعبہ کا کچھ بھی خیال ان کو نہیں آتا ان کی نماز درست ہے اگر ہم کعبہ کی عبادت کرتے تو اس کی نیت کرنا شرط ہوتا مگر ایسا نہیں ہے ۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی وقت کعبہ نہ رہے جب بھی نماز فرض رہے گی اور اُسی طرف منہ کیا جائے گا جہاں کعبہ موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کعبہ کے اینٹ پتھروں کو نہیں پوجتے ورنہ انہدام کعبہ ④ کے بعد نماز موقوف ہو جاتی ۔ چوتھے یہ کہ اگر کوئی شخص سقف کعبہ پر نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہے ۔ اگر کعبہ مسلمانوں کا معبود ہوتا تو اُس کے اوپر چڑھ کر نماز صحیح نہ ہوتی کیونکہ اب کعبہ اس کے سامنے نہیں ہے۔ دوسرے معبود کے اوپر چڑھنا گستاخی ہے اس حالت میں کسی طرح نماز درست

---

① ''جب آدمی کو حقیقت تک رسائی نہ ہو افسانے گھڑتا ہے'' ② اس کے خدا ہونے کی نفی کرتے ہیں ③ کوئی عبادت کرنے والا جس کی وہ عبادت کرتا ہو اس کے خدا ہونے کی نفی نہیں کرتا ④ کعبہ کے ڈھے جانے کے بعد

نہ ہونا چاہیئے تھی مگر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کعبہ کی چھت پر بھی نماز صحیح ہے تو کیا معبود کے اوپر چڑھا بھی کرتے ہیں۔ ہاں معترضین نے اپنے اوپر قیاس کیا ہوگا کہ وہ گائے بیل کو دیوتا ومعبود بھی سمجھتے ہیں پھر اُن کے اوپر سوار بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس کا خلاف عقل ہونا ظاہر ہے۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ

ایک اعتراض تقبیل ① حجر پر بھی ہے کہ مسلمان اس کو بوسہ دیتے ہیں تو گویا نعوذ باللہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ تقبیل حجر عظمت سے نہیں بلکہ محبت سے ہے۔ جیسے بیوی بچوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں۔ اگر بوسہ دینا عبادت وعظمت کی دلیل ہے تو لازم آئے گا کہ شخص اپنی بیوی کی عبادت کرتا ہے اور اس کا لغو ہونا بدیہی ② ہے معلوم ہوا کہ تقبیل عبادت وتعظیم کو مستلزم ③ نہیں بلکہ کبھی محبت سے بھی تقبیل ہوا کرتی ہے۔

ہر سوال کا جواب ضروری نہیں

رہا یہ سوال کہ پھر تم حجر اسود سے محبت کیوں کرتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے گھر کی بات ہے اس کے متعلق مخالف کو سوال کرنے کا حق نہیں دیکھئے۔ اگر کوئی شخص عدالت میں یہ دعویٰ دائر کرے کہ فلاں مکان میری ملک ہے تو اس سے اس پر ثبوت طلب کیا جائے گا لیکن جب وہ ثبوت پیش کر دے تو خصم کو اس سوال کا حق نہیں کہ اچھا مکان تو تمہارا ہی ہے مگر یہ بتلا دو کہ اس گھر میں کیا کیا سامان ہے یا کوئی شخص بیوی کا بوسہ لے تو اُس سے یہ سوال تو ہو سکتا ہے۔ تم اس کا بوسہ کیوں لیتے ہو لیکن جب وہ یہ بتلا دے کہ میں محبت کی وجہ سے بوسہ لیتا ہوں تو پھر اس سوال کا کسی کو حق نہیں کہ تم کو بیوی سے محبت کیوں ہے؟ اور تم دن رات میں اس کے کتنے بوسہ لیتے ہو۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی وجہ بتلا نہیں سکتے کہ ہم کو حجر سے محبت کیوں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب اسی حد تک دینا چاہیئے جہاں تک ان کو سوال کا حق ہے اور جو سوال اُن کے منصب سے باہر ہو اس کا جواب نہ دینا چاہیئے بلکہ صاف کہہ دینا چاہیئے کہ تم کو اس سوال کا کوئی حق نہیں۔ مخالفین کا دماغ ہر بات کی حقیقت سمجھنے کے قابل نہیں۔ امور دقیقہ کو ان کے سامنے نہ بیان کرنا چاہیئے۔

---

① حجر اسود کو چومنا ② بالکلیہ ظاہر ہے ③ بوسہ دینے سے عبادت کرنا لازم نہیں آتا۔

ہر آدمی ہر بات سمجھنے کا اہل نہیں

بعض لوگ اس پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ بات کونسی ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ آخر ہم بھی تو انسان ہیں اگر باریک بات ہمارے سامنے بیان کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسکو نہ سمجھ سکیں۔ میں کہتا ہوں اگر یہی بات ہے تو پھر میں ایک ریاضی داں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اقلیدس کی کوئی شکل ایک گھس کُھدے ① کو سمجھا دیں جس نے اقلیدس کے مبادی واصول موضوعہ ② کو کبھی سنا بھی نہ ہو یقیناً وہ اقرار کرے گا کہ میں اپنے شخص کو اقلیدس کی اشکال نہیں سمجھا سکتا۔ آخر کیوں کیا وہ انسان نہیں؟ مگر بات وہی ہے کہ بعض امور کے لئے مبادی ومقدمات کا سمجھنا ضروری ہوتا ہے اس لئے ان کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے ذہن میں تمام مبادی ومقدمات حاضر ہوں۔ ہر شخص ان کو نہیں سمجھ سکتا اور یہ بالکل موٹی بات ہے مگر حیرت ہے آجکل کے عقلاء کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

بات نہ سمجھنے کی حکایت

میرے پاس ایک ماسٹر صاحب آئے اور انھوں نے تقدیر کے متعلق ایک دقیق سوال مجھ سے کیا۔ میں نے کہا کہ آپ اس کا جواب سمجھ نہیں سکتے بہت دقیق ہے جو آپ کی فہم سے باہر ہے اُن کو اس جواب پر حیرت ہوئی اور شاید وہ یہ سمجھے ہوں کہ مولوی میرے جواب پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ اگر آپ کو اس کا جواب سننے کا شوق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ کسی طالب علم کو میرے پاس لایا جائے جس کے ذہن میں اس علم کے مقدمات حاضر ہوں جس سے اس سوال کا تعلق ہے۔ وہ مجھ سے یہی سوال کرے میں اس کے سامنے جواب کی تقریر کر دوں گا۔ آپ بھی سن لیجئے گا اس وقت آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ اس کا جواب سمجھ سکتے ہیں یا نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ ہم لوگوں کے پاس اس کا جواب ہے۔ مگر آجکل تعلیم یافتہ جماعت یہ سمجھتی ہے کہ جب ہم سیاسیات دنیویہ کو خوب سمجھتے ہیں تو سیاسیات ③ ملّیہ کو بھی بخوبی سمجھ لیں گے مگر میں سچ کہتا ہوں کہ سیاسیات ملّیہ کو سمجھنے کی اُن میں خاک بھی قابلیت نہیں بس وہ یورپ ہی کی سیاسیات کو شاید سمجھ لیتے ہوں گے بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ سیاسیات ملّیہ سمجھنے کی قابلیت اہل علم میں بھی سب کو نہیں۔

---

① گھاس کاٹنے والا ② بنیادی مسائل اور اصول سے ناواقف ہو ③ دینی سیاست۔

تحریکات کی حقیقت

چنانچہ اب اُن کی سیاسی غلطیوں کا انکشاف ہو رہا ہے کل جن چیزوں کو وہ حرام کہہ رہے تھے آج اُن کے جواز کا فتویٰ دیا جا رہا ہے۔ کل تک گاڑھا① پہننا واجب وضروری تھا ولایتی کپڑا پہننا قابل مواخذہ تھا آج کچھ بھی نہیں سب خاصی طرح ولایتی مال خریدنے لگے اور ساری ترک موالات ختم ہوگئی اور تماشا یہ ہے کہ آجکل جو یہ تحریک انسداد فتنہ ارتداد② چل رہی ہے اس کے متعلق ایسے بعض علماء نے ایک اشتہار میں شائع کیا ہے کہ یہ تحریک چونکہ خالص مذہبی تحریک ہے۔ اس لئے اس میں ہر طبقہ کو شریک ہونا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں اس میں غیر مذہب کا بھی دخل تھا دل میں تو ان تحریکات کی حقیقت کو وہ سمجھ ہی رہے تھے مگر الحمدللہ برسوں کے بعد اب زبان سے بھی اقرار کرلیا کہ یہ پہلی تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں پھر نہ معلوم ان میں شرکت نہ کرنے والوں کو کافر و فاسق کیوں بنایا گیا تھا۔ یقیناً جو امر مذہب وغیر مذہب سے مرکب ہوگا وہ فرض اور واجب کبھی نہیں ہوسکتا مگر ستم ہے کہ ان لوگوں نے تحریکات سابقہ کی شرکت کو فرض و واجب بنا رکھا تھا۔

صاحبو! مذہب میں بھی سیاسیات کا بہت بڑا حصہ ہے مگر وہ سب مذہب کے تابع ہے اور وہ سیاسیات خالص مذہبی سیاسات ہیں ان میں غیر مذہب کا دخل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر ان حضرات کے نزدیک پہلی تحریکات مذہبی سیاسیات میں داخل تھیں تو ان کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ تحریک انسداد ارتداد خالص مذہبی تحریک ہے اس میں سب کو شریک ہونا چاہئے اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں تو پھر وہ مذہبی سیاسیات میں بھی داخل نہ تھیں۔

مخالفین سے گفتگو کے اصول

میں یہ کہہ رہا تھا کہ مخالفین کا جو سوال اُن کے منصب سے باہر ہو اس کا جواب نہ دینا چاہئے بلکہ صاف کہہ دینا چاہئے کہ تم کو اس سوال کا حق نہیں ہے۔ اس میں تم اپنے منصب سے آگے بڑھ رہے۔ مگر آجکل بعض لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مخالف کی ہر بات کا جواب دیں خواہ اس کا جواب بجا ہو یا بے جا یہ بڑی غلطی ہے۔ اس طرح تو کبھی گفتگو کا

① کھدر کا کپڑا ② فتنہ قادیانی کی روک تھام کی تحریک چل رہی ہے

سلسلہ ختم نہ ہوگا پس اگر مخالفین ہم سے یہ کہیں کہ تم کعبہ کی طرف منہ کرتے ہو اس سے اس کی عبادت لازم آتی ہے۔ اس کا جواب دینا ہمارے ذمہ ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے چند جوابات دے دیے ہیں کہ ہماری نماز نہ کعبہ کے وجود پر موقوف ہے نہ اس کی نیت ضروری ہے نہ اس کی دیواروں کا سامنے ہونا ضروری ہے بلکہ اُس کی چھت پر بھی نماز ہوسکتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ ہم اُس کی عبادت نہیں کرتے۔ اس کے بعد اگر وہ یہ کہیں کہ اچھا پھر تم اس کی طرف منہ کیوں کرتے ہو؟ اس سوال کا جواب ان کو نہ دیا جائے گا بلکہ ہم صاف کہہ دیں گے کہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ ہم کعبہ کی عبادت نہیں کرتے تو اس سوال کا آپ کو کوئی حق نہیں یہ ہمارے گھر کی بات ہے تم گھر والے بن جاؤ اُس وقت تم کو گھر کی باتیں بھی بتا دیں گے۔ ہمارے جی کی خوشی۔ ہم نے جس طرف چاہا نماز میں منہ کرلیا۔ تم اس میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو۔ علیٰ ہذا اگر وہ یہ کہیں تم حجر کی تقبیل کر کے اس کی عبادت کرتے ہو اس کا جواب ضرور دیا جائے گا کہ ہم عبادت نہیں کرتے بلکہ محبت سے بوسہ دیتے ہیں۔ جیسے تم اپنی بیوی کو بوسہ دیا کرتے ہو۔ اگر وہ یہ کہیں کہ اچھا یہ بتلا دو کہ تم کو حجر اسود سے محبت کیوں ہے اس کا جواب نہ دیا جائے گا بلکہ صاف کہہ دیں گے جس طرح ہم کو آپ سے اس سوال کا حق نہیں کہ آپ کو اپنی بیوی سے محبت کیوں ہے۔ اسی طرح آپ کو اس سوال کا بھی حق نہیں اس پر شاید سامعین یہ کہیں کہ اچھا مخالفوں کو نہ بتلاؤ ہم کو تو بتلا دو ہم تو گھر کے آدمی ہیں۔ سو بیشک آپ کو اس کی وجہ بتلائی جائے گی۔ میں نے اس وقت خاص خاص قواعد بتلائے ہیں کہ مخالفین سے کس طرح گفتگو کرنا چاہئے اور اُن کے کس سوال کا جواب دینا چاہیے کس کا نہیں اور کونسی بات ان سے کہنی چاہئے کونسی نہیں۔

استقبال قبلہ کا راز

اب آپ کو بتلاتا ہوں سنئے۔ استقبال قبلہ کا راز یہ ہے کہ عبادت کی روح دلجمعی اور یکسوئی ہے① بدون دلجمعی اور یکسوئی کے عبادت کی صورت ہی صورت ہوتی ہے روح نہیں پائی جاتی اور یہ ایسی بات ہے جس کو تمام ادیان تسلیم کرتے ہیں۔ اب سمجھئے کہ اجتماع خواطر② میں اجتماع ظاہر کو بڑا دخل ہے۔ اسی لئے نماز میں سکون اعضاء کا③ امر ہے۔

① پوری توجہ سے متوجہ ہوکر عبادت کرنا ② باطنی یکسوئی کے لیے ظاہری یکسوئی ضروری ہے ③ ہاتھ پیر کو ساکن رکھنا بلاوجہ حرکت نہ دینا۔

التفات وعبث سے ممانعت ہے ①۔ صف کے سیدھا کرنے کا امر ② ہے کہ کیونکہ صف کو ٹیڑھا کرنے سے قلب ③ پریشان ہوتا ہے عام قلوب کو اس کا احساس کم ہوگا کیونکہ ان کو دلجمعی اور یکسوئی بہت کم نصیب ہے مگر جن کو نماز میں دلجمعی کی دولت نصیب ہے اُن سے پوچھیئے کہ صف ٹیڑھی ہونے سے قلب پر کیا اثر ہوتا ہے۔ صوفیہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ صف غیر منتظم سے قلب کو خلجان و پریشانی ④ ہوتی ہے۔ اسی دلجمعی کے لیے سجدہ گاہ ⑤ پر نظر جمانے کی تاکید ہے کیونکہ جگہ جگہ نظر گھمانے سے بھی قلب کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی اور یہی اصل ہے تمام اشغال ⑥ صوفیہ کی۔

میلاد میں کھڑے ہونے کی حقیقت

صوفیہ جو مراقبات ⑦ و اشغال تعلیم کرتے ہیں اُن سے محض یہی یکسوئی و جمعیت قلب پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور یہی اصل تھی قیام مولد کی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ صوفیہ نے (جیسے امام غزالیؒ وغیرہ) کرتے ہیں آداب وجد میں لکھا ہے کہ جب کسی شخص پر وجد طاری ہوا اور وہ کھڑا ہو جائے تو سب حاضرین کو اس میں اس کی موافقت کرنا اور سب کو کھڑا ہو جانا چاہیئے تا کہ اوروں کو بیٹھا ہوا دیکھ کر صاحب وجد کو خلجان نہ ہو اور اس کے وجد میں انقباض نہ آئے تو مولد بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب وجد نے غلبۂ وجد میں قیام کیا ہوگا۔ حاضرین نے موافق ادب مذکور کے قیام میں اس کی موافقت کی ہوگی۔ بس لوگوں نے آئندہ قیام مولد کو لازم اور ضروری ہی سمجھ لیا جس سے وہ قابل منع ہوگیا۔

غرض اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ اجتماع خاطر میں ⑧ اجتماع ظاہر کو بہت بڑا دخل ہے۔ پس نماز میں اگر ایک خاص جہت مقرر نہ ہوتی تو کوئی کسی طرف منہ کرتا کوئی کسی طرف منہ کرتا۔ اس اختلاف جہات وتبائن ہیئات ⑨ سے تفرق قلب ہوتا۔

نماز میں قبلہ رخ ہونے کی وجہ

لہٰذا یکسوئی کے لئے ایک خاص جہت مقرر کردی گئی۔ رہا یہ کہ وہ کعبہ ہی کی

---

① اِدھر اُدھر متوجہ ہونے اور بیکار کام کی ممانعت ہے ② حکم ③ دل ④ ٹیڑھی صف ہونے سے دل پریشان ہوجاتا ہے ⑤ مقام سجدہ پر نظر رکھنے کا حکم ہے ⑥ صوفیا مجاہدات میں جو شغل کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے ⑦ مراقبے اور شغل ⑧ دلی یکسوئی میں ظاہری یکسوئی کو دخل ہے ⑨ مختلف سمتوں کی طرف منہ کرنا اور مختلف ہیئت سے نماز پڑھنا اس سے دل پریشان ہوگا۔

جہت کیوں مقرر ہوئی کوئی اور جہت کیوں نہ ہوئی اس سوال کا کسی کو حق نہیں کیونکہ یہ سوال تو اس دوسری جہت میں بھی ہوسکتا ہے کہ یہی کیوں ہوئی دوسری کیوں نہ ہوئی۔ دیکھئے عدالت وقت مقرر کرتی ہے کہ کچہری کا وقت فلاں وقت سے فلاں وقت تک ہے تو آپ یہ سوال تو کر سکتے ہیں کہ وقت مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے جس کا جواب یہ دیا جائے گا تا کہ کام کرنے والے سب کے سب معاً ① حاضر ہوسکیں اور رعایا اہل حاجت کو وقت مقرر ہونے سے اطمینان ہو جاوے کہ عدالت کا یہ وقت ہے تو اس کے علاوہ اوقات میں وہ اپنے دوسرے کام کر سکیں۔ اگر وقت مقرر نہ ہوتو ہر شخص کو تمام دن عدالت میں ہی رہنا پڑتا کہ نہ معلوم حاکم کس وقت آجاوے۔ باقی اس سوال کا کسی کو حق نہیں کہ گورنمنٹ نے دس بجے سے چار بجے تک ہی کا وقت کیوں مقرر کیا کوئی اور وقت مقرر کر دیا ہوتا کیونکہ وہ کوئی بھی وقت مقرر کرتی یہ سوال تو کبھی ختم نہ ہوسکتا تھا۔ علیٰ ہذا ہم کو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ جہت کعبہ ہی کو استقبال کے لیے کیوں مخصوص کیا گیا وہاں اس کا راز ہم نے بتلا دیا کہ خاص جہت کی تعین میں کیا مصلحت ہے۔ یہ جواب تو ضابطہ کا ہے۔

تجلیات الٰہی روح کعبہ ہیں

اور طالب کے لیے جواب یہ ہے کہ حق تعالےٰ کو معلوم ہے کہ اُن کی یعنی حق تعالیٰ کی توجہ کس طرف زیادہ ہے کس طرف اُن کی توجہ زیادہ تھی اسی کو جہت صلوات مقرر فرما دیا رہا یہ کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی توجہ کعبہ کی طرف زیادہ ہے؟ سو جن کے آنکھیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ واقعی کعبہ پر تجلیات الٰہیہ بہت زیادہ ہیں اور توجہ سے یہی مراد ہے اور وہی تجلیات روح کعبہ اور حقیقت کعبہ ہیں یہی وجہ ہے کہ کعبۂ ظاہری کی جہت پر بھی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ اس وقت گو صورت کعبہ سامنے نہیں مگر حقیقت کعبہ یعنی تجلی الٰہی تو سامنے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان دراصل تجلی الٰہی کا استقبال کرتے ہیں کعبہ کی دیواروں کا استقبال نہیں مگر چونکہ تجلی الٰہی کا احساس ہر شخص کو نہیں ہوتا اس لئے حق تعالےٰ نے اس خاص بقعہ ② کی حد مقرر فرمادی جس پر ان کی تجلی دوسرے مکانوں سے زیادہ ہے پس یہ عمارت محض اس تجلی اعظم کی جگہ دریافت کرنے کے لئے ہے ورنہ

---

① اکٹھے ② اس خاص کمرے کی طرف منہ کرے کا حکم دیدیا

خود عمارت مقصود بالذات نہیں چنانچہ انہدام عمارت کے بعد نماز کا موقوف نہ ہونا اور کعبہ کی چھت پر نماز کا درست ① ہونا اس کی دلیل ہے۔ فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ قبلہ وہ ہوا ہے جو کعبہ کی محاذات میں آسمان تک اور اس سے نیچے زمین کے اسفل ② طبقات تک ہے لیکن چونکہ عمارت کعبہ کو اور اس جگہ کو تجلی الٰہی سے تلبّس ہے ③ اس تلبّس کی وجہ سے اس میں بھی برکت آ گئی۔

استویٰ علی العرش کے معنی

اور یہی تجلی اہل لطائف کے نزدیک معنی ہیں ''اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى'' کے یعنی عرش پر تجلی رحمانیت ہوتی ہے۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ عرش پر خدا تعالیٰ بیٹھے ہیں اور وہ ان کا مکان ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مکان کو مکین کے برابر یا کم از کم اُس کے مقارب ④ ہونا چاہئے اگر کوئی شخص زمین پر بیٹھے اور اس کے نیچے رائی کا دانہ آ جائے تو زمین کے خاص حصہ کو تو اس کا مکان کہا جائے گا رائی کے دانہ کو کوئی شخص اس کا مکان نہ کہے گا کیونکہ انسان سے اس کو کچھ بھی نسبت نہیں پھر وہ اس کا مکان کیونکر ہو سکتا ہے اسی طرح یہاں سمجھے کہ عرش حق تعالیٰ کا مکان نہیں ہو سکتا کیونکہ عرش محدود ⑤ ہے اور ذات خداوندی غیر محدود ⑥ ہے محدود کسی طرح غیر محدود کا مکان نہیں ہو سکتا بس استویٰ علی العرش کے معنی وہی ہیں کہ حق تعالیٰ کی تجلی صفت رحمانیت کے اعتبار سے اس پر ہوتی ہے۔ اسی واسطے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى فرمایا اللہ علی العرش استویٰ نہیں فرمایا کیونکہ اللہ علم ذات ہے اور رحمن اسم صفت ⑦ ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ عرش محل ذات نہیں بلکہ مظہر صفت رحمت ⑧ ہے کہ وہاں تجلی رحمت اور مکانات سے زیادہ ہے۔ یہ تو استقبال قبلہ کا راز ہوا۔

---

① اسی طرح اگر اندھیرے میں جہت کعبہ معلوم نہ ہو اور اپنے گمان پر کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اور بعد میں معلوم ہوا کہ نماز قبلہ کی طرف نہیں ہوئی بلکہ کسی اور طرف کو ہوئی ہے اس صورت میں اسلام کا حکم ہے نماز درست ہو گئی اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمان کعبہ کی پرستش نہیں کرتے ورنہ اس صورت میں بطلان صلوٰۃ کا حکم ہوتا بلکہ تعیین جہت کی وجہ کی وہی حکمت ہے جو اوپر مذکور ہوئی ۱۲ جامع ② زمین کے آخری طبقہ تک ③ عمارت بیت اللہ پر وہ تجلی پڑ رہی ہے اسی لیے اس عمارت میں بھی برکت آ گئی ④ اس کے قریب قریب ہونا شرط ہے ⑤ ایک حد مقرر ہے ⑥ اللہ کی کوئی حد نہیں ⑦ لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جبکہ رحمان صفاتی نام ہے ⑧ صفت رحمت کی جلوہ گاہ۔

حجر اسود کو بوسہ دینے کا راز

رہا تقبیل حجر کا راز، تو میں کہہ چکا ہوں کہ اس کا منشاء عظمت وعبادت نہیں بلکہ محض محبت اس کا منشاء ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو مجمع عام میں ظاہر فرمایا۔ ایک بار آپ طواف کر رہے تھے اُس وقت کچھ لوگ دیہات کے موجود تھے جب آپ نے تقبیل حجر کا ارادہ کیا تو حجر کے پاس ذرا ٹھیرے اور فرمایا انی لا علم انك لحجر لا تضرولا تنفع ولولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلك ما قبلتك یعنی میں جانتا ہوں کہ تو ایک تو پتھر ہے جو نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ کیا خشک معاملہ ہے حجر کے ساتھ بھلا اگر یہ مسلمانوں کا معبود ہوتا تو کیا اُس سے یہی خطاب کیا جاتا کہ نہ تو نفع دے سکتا ہے نہ ضرر پہونچا سکتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس تقبیل کا منشاء محض محبت ہے ① اور محبت کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بوسہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فضلہ بھی کسی جگہ گرا ہو تو ہم کو اس جگہ سے محبت ہو گی چہ جائیکہ وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ لگے ہوں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ کا دہان ② مبارک لگا ہو

در منزلیکہ جاناں روزے رسیدہ باشد — با خاک آستانش داریم مرحبائے ③

رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کو کیوں بوسہ دیا، اس سوال کا کسی کو حق نہیں اور نہ ہم کو اس کی وجہ بتلانا ضروری ہے ہاں اتنی بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطور عبادت وعظمت کے بوسہ نہیں دیا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیباکی کے ساتھ لا تضر ولا تنفع نہ فرماتے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزاج شناس تھے جب انھوں نے حجر کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یقیناً اس تقبیل کا منشاء ④ عبادت ہرگز نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ

اور تبرعاً اس کا جواب بھی دیے دیتا ہوں کہ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حجر کے اندر

---

① اس کو چومنے کی وجہ صرف محبت ہے ② منہ مبارک ③ ''جس جگہ محبوب ایک دن کے لیے بھی پہنچا ہوگا۔ اس آستانہ کی خاک کو بھی ہم مرحبا کہتے رہیں گے'' ④ اس بوسہ دینے کی وجہ عبادت ہرگز نہیں تھی۔

تجلیات الٰہیہ کا بہ نسبت دوسرے حصص بیت ① کے زیادہ ہونا منکشف ہوا ہو پس منشاء اس تقبیل کا تلبس زائد تجلیات ② الٰہیہ سے اور جس چیز کو محبوب کے انوار سے زیادہ تلبّس ہو اس کا بوسہ دینا اقتضائے محبت ہے۔ قال الشاعرة

امر علی الدیار دیار لیلٰی اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا ③

و ما حب الدیار شغفن قلبي ولکن حب من سکن الدیارا ④

اشکال کا جواب

اس جگہ شاید کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے متعلق یہ فرمایا تھا انی لا علم انك الحجرلا تضر ولا تنفع اس وقت حضرت علیؓ وہاں موجود تھے انھوں نے فرمایا بلی انه لینفع انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه یشهد لمن قبله یوم القیامة (او کما قال) کیوں نہیں وہ نفع دے گا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو لوگ اس کو چومتے ہیں قیامت کے دن یہ ان کے واسطے گواہی دیگا تو اس سے حجر کا نافع ہونا معلوم ہوا۔ اور یہ معارض ہے حضرت عمرؓ کے قول کے۔ سو خوب سمجھ لیجئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بسند صحیح ثابت ہو تو حضرت عمرؓ اور حضرت علی کے قول میں تعارض کچھ نہیں بلکہ حضرت علیؓ کا قول حضرت عمر کے قول کا مکمل ہے اور اس کی حقیقت کو ظاہر کرنے والا ہے کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو نہ ضرر دے سکتا ہے نہ نفع تو اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ پھر یہ تقبیل محض ⑤ لغو ہے جس کام میں کچھ بھی نفع نہیں اس کا کرنا فضول ہے۔ حضرت علی نے اس شبہ کو رفع فرما دیا اور بتلا دیا کہ حضرت عمرؓ ایک خاص نفع و ضرر کی نفی فرماتے ہیں یعنی جو نفع و ضرر معبود کا خاصہ ہے حجر اسود میں وہ نہیں ہے باقی مطلق نفع کی نفی مقصود نہیں۔ چنانچہ حجر میں ایک نفع ہے کہ وہ شاہد ⑥ بنے گا قیامت میں اپنے بوسہ دینے والے کے لئے اور ظاہر ہے کہ شاہد کا درجہ حاکم سے کم ہوتا ہے شاہد کے قبضہ میں نفع و

① مکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تجلایت الٰہی کا ظہور بنسبت بیت اللہ کے حجر اسود میں زیادہ ہوا ہو اس لیے بوسہ دیا ② تجلیات کا حجر اسود میں زیادہ ہونا بوسہ کا سبب ہے ③ ''مجنوں کہتا ہے کہ میں جب لیلٰی کے کوچے سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو'' ④ ''اور دراصل مجھے ان گلی کوچوں کے در و دیوار سے محبت نہیں کہ مجھے تو اس کوچہ میں رہنے والی سے محبت ہے'' ⑤ یہ بوسہ دینا بیکار ہے تو پھر یہ فضول کام ہوا ⑥ قیامت میں گواہ بن جائے گا

ضرر نہیں ہوتا وہ تو صرف واقعہ بیان کر دیتا ہے اب آگے حاکم کی رائے پر فیصلہ کا مدار ہے نفع و ضرر وہی دے سکتا ہے۔ حاکم اصل اور شاہد تابع ہوتا ہے۔ پس حجر کا شاہد ہونا خود اس کی عبادت کی نفی کرتا ہے۔ چنانچہ شاہد تو انسان بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قیامت میں بہت سے انسان بھی شاہد ہوں گے۔ پس حضرت عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ نفع و ضرر تیرے قبضہ میں نہیں ہے اس سے تو شبہ عبادت کی نفی ہوگئی اور حضرت علیؓ کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفع تیرے اندر موجود ہے جو مخلوق سے مخلوق کو پہنچا کرتا ہے یعنی شاہدیت اس لغویت تقبیل ① کی نفی ہوگئی خوب سمجھ لو۔

تکمیل توحید

دوسری تکمیل توحید کی اسلام میں یہ ہے کہ تصویر کو حرام کر دیا گیا۔ تصویر بنانا بھی حرام ہے اور گھر میں رکھنا بھی حرام ہے حالانکہ تصویر قابلِ پرستش نہیں نہ کفار تصویر کو پوجتے ہیں بلکہ وہ تو مجسم مورتوں کو پوجتے ہیں۔ اس وقت بھی کفار کی یہی حالت ہے اور پہلے بھی یہی دستور تھا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَ تَعْبُدُونَ مَا تَنحِتُونَ ② یہ نہیں فرمایا ا تعبدون ما تصورون ③ مگر بایں ہمہ اسلام نے شرک سے اتنا بچایا ہے کہ تصویر کو بھی حرام کر دیا کیونکہ گو اس کی عبادت نہیں ہوتی مگر مفضی الی العبادت ④ ہونے کا احتمال اس میں ضرور ہے کیونکہ جب تصویر کی اجازت ہوتی تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور صحابہ و بزرگان دین کی تصویریں بھی اتارتے اور عادۃً تصویر کا اثر قلب پر وہی ہوتا ہے جو صاحب تصویر کا اثر ہوتا ہے تو وہ تصویروں کی تعظیم بھی کرتے پھر رفتہ رفتہ جہلاء شرک میں مبتلا ہو جاتے چنانچہ پہلے زمانہ میں اُسی سے شرک کی بنیاد قائم ہوئی۔

مشدد بدعتیوں کا قصہ

اور تصویر کا اثر صاحب تصویر کے برابر ہونے کا مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو مجھ سے کانپور میں ایک مسافر نے نقل کیا تھا کہ ایک مرتبہ مجمع غلاۃ مبتدعہ ⑤ نے بطور استہزاء کے ایک نقل کی جس میں ظالموں نے امام حسینؓ امام حسنؓ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی کہ اللہ میاں کی بھی تصویر بنائی تھی۔ اُس مجمع میں کوئی دیہاتی

---

① بوسہ کے لغو ہونے کی نفی ہوگئی ② ''اپنے تراشیدہ بتوں کو کیوں پوجتے ہو'' الصافات: ۹۵ ③ کیا تصویروں کی عبادت کرتے ہو ④ عبادت تک پہنچانے والی ⑤ متشدد بدعتی۔

سنی بھی جا پھنسا تھا سب سے پہلے امام حسینؓ کی تصویر لائی گئی۔ لوگوں نے مفتی مجلس سے پوچھا کہ ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس نے کہا کہ یہ حضرت قیامت تک کے لئے ہم پر مصیبت ڈال گئے ہیں کہ اپنے ساتھ سارے خاندان اہل بیتؓ کو مروا ڈالا جن کو ہر سال ہم روتے ہیں اگر یہ تقیہ کر لیتے تو کچھ بھی نہ ہوتا لہٰذا ان کو لیجاؤ اور قتل کر ڈالو۔ اس کے بعد امام حسنؓ لائے گئے پوچھا ان کے واسطے کیا حکم ہے۔ کہا انھوں نے اپنے کو خلافت سے معزول کر کے (حضرت) معاویہؓ کو خلافت دیدی جس سے یزید کو خلافت پہنچ گئی یہ سب انہی کا فساد ہے ان کو بھی قتل کرو۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی تصویر لائی گئی کہا سارے فتنہ کی جڑ یہی ہیں انھوں نے خواہ مخواہ (حضرت) معاویہؓ سے لڑائی کی جس سے ان کا خاندان اہل بیت کا دشمن ہو گیا تقیہ کر لیتے تو کچھ بھی نہ ہوتا ان کو بھی ختم کرو۔ پھر حضرت فاطمہؓ کی تصویر لائی گئی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معلوم ہو چکا تھا کہ حسین کربلا میں شہید ہوں گے انھوں نے اپنے ابا جان سے دعا نہ کرائی کہ میری اولادیں تباہ نہ ہوں ان کو بھی صاف کر دو۔ پھر نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر لائی گئی کہا ارے یہ تو سب کچھ کر سکتے تھے ایک بد دعا کر دیتے تو یزید کی کیا مجال تھی جو اہل بیت پر یہ مصیبت ڈالتا پھر جو حکم اوروں کے لئے ہوا تھا آپ کی تصویر کے لئے بھی وہی ہوا۔ بیچارہ دیہاتی مسلمان یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا آخر سب کے بعد ایک بہت بڑی تصویر لائی گئی۔ مفتی نے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا گیا ہے یہ اللہ میاں ہیں (نعوذ باللہ) اس نے کہا ارے سارا فساد تو ان ہی کا ہے ان کو سب کچھ قدرت تھی مگر انھوں نے اہل بیت کا ساتھ نہ دیا۔ یزیدیوں کا ساتھ دیا اور اہل بیت کو ان کے ہاتھ سے مروا ڈالا پھر ان کے واسطے بھی وہی حکم ہوا جو اوروں کے لئے ہوا تھا۔ اس وقت بچارے مسلمان سے نہ رہا گیا وہ یہ سمجھا کہ اگر اللہ میاں نہ ہوئے تو بارش کون برسائے گا۔ روزی کون دیگا جنت کون دیگا۔ بیچارہ غلبۂ جوش میں اُٹھ اور دوڑ کے اس تصویر کو اُٹھا کر لے بھاگا۔ بدعتی اس کے پیچھے پیچھے لاٹھیاں لیکر دوڑے کہ یہ کون اجنبی ہماری محفل میں آ گیا مگر وہ دیہاتی مضبوط تھا ایسا بھاگا کہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ قریب ہی اہل حق کے دیہات تھے اُس نے وہاں جا کر پکارا کہ مجھے بچاؤ لوگ جمع ہو گئے۔ بدعتی مجمع کو دیکھ کر لوٹ گئے۔ اب لوگوں نے اُس سے کہنا شروع کیا کہ تو ان کمبختوں میں کہاں جا پھنسا تھا۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے بچا لیا کہنے لگا واہ خدا مجھے کیا بچاتا میں نے ہی خدا کو بچا لیا (توبہ توبہ)

لوگوں نے کہا کمبخت یہ کیا بکتا ہے۔ کہنے لگا دیکھو یہ خدا میرے ساتھ موجود ہے یہ لوگ ان کو قتل کرتے تھے میں اُٹھا کر لے بھاگا اور ان کی جان بچائی۔ لوگ ہنسنے لگے اور اُسے سمجھایا کہ بیوقوف یہ خدا نہیں ہے یہ تو بنائی ہوئی تصویر ہے۔ خدا کو بھلا کون دنیا میں دیکھ سکتا ہے اور وہ بیجان تھوڑا ہی ہے کہ نہ بولتا ہو نہ بات کرتا ہو پھر وہ کسی کے ہاتھ کیوں آنے لگا کس کی مجال ہو جو خدا تعالیٰ کو آنکھ بھر کر بھی دیکھ سکے۔ وہ دیہاتی بیچارا جاہل تھا مگر تھا خدا کا محب ① اس لئے وہ اس قول سے کہ میں نے خدا کو بچایا ہے کافر نہیں ہوا۔ وہی قصہ ہو گیا جو شبان موسیٰ علیہ السلام ② کا قصہ تھا۔ اخلاص ومحبت کی وجہ سے اس کی یہ جہالت معاف ہو گئی۔ اس قصہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تصویر کا اثر قلب پر کیسا ہوتا ہے اسی لئے شریعت نے اس کو حرام کر دیا مگر آجکل مسلمانوں کا کچھ ایسا مذاق بدلا ہے کہ تصویر سے ذرا بھی اجتناب نہیں رہا حتی کہ مسائل کی کتابوں میں بھی تصویر بننے لگیں۔ جہاں وضو کا بیان ہے وہاں ایک تصویر آدمی کی اور لوٹے کی بنا دی ہے گویا وہ بیٹھا ہوا وضو کر رہا ہے وعلیٰ ہذا۔ اگر یہی مذاق رہا تو چند دنوں کے بعد قرآن میں بھی تصویر ہونے لگے گی۔ جب مسلمانوں کی یہی حالت ہو تو مخالفین اسلام کو ہم کیا جواب دیں مگر ہم تو اب بھی جواب دیں گے کیونکہ اسلام میں تو ممانعت ہی ہے اسلام اپنے پیرووں کے اعمال کا ذمہ دار تھوڑا ہی ہے۔

نماز وزکوٰۃ کی خوبی

ایک خوبی اسلام کی یہ ہے کہ نماز کو کس خوبصورتی کے ساتھ مشروع فرمایا ہے اس کی نظیر کوئی مذہب نہیں دکھا سکتا۔ شروع سے لیکر آخر تک خدا کی حمد وثنا تکبیر و تعظیم ہی ہے کبھی رکوع ہے کبھی سجدہ کبھی قیام ہے کبھی قعود گویا عاشق اپنے کی خوشامد کر رہا ہے نہ کسی طرف دیکھتا

① اس کو خدا سے محبت تھی ② موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک چرواہا بیٹھا ہوا محبت کے جوش میں خدا تعالیٰ کو خطاب کرکے یہ کلمات کہہ رہا تھا ”تو کجائی تا شوم من چاکرت چار وقت دوزم کنم شانہ سرت“ تو کہاں ہے کہ میں تیری خدمت کروں تیرے پھٹے ہوئے کپڑے سی دوں اور تیرے سر کے بالوں کو کنگھی کروں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزرے پوچھا کس کو کہہ رہے ہو کہا خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ نے اس کو ڈانٹا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی جس کا ذکر مولانا روم نے مثنوی میں کیا

وحی آمد سو موسیٰ از خدا — بندہ مارا چرا کردی جدا
و برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

چرواہے کی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی خطا معاف کردی۔

ہے نہ کسی سے بات کرتا ہے کبھی محبوب کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہے کبھی جھکتا ہے کبھی پاؤں پڑتا ہے کبھی ادب سے بیٹھ کر عرض معروض کرتا ہے۔ غرض عجیب عبادت ہے۔ ایک خوبی اسلام میں یہ ہے کہ غرباء کے لئے امراء پر زکوۃ کو فرض فرما دیا جس میں صرف چالیسواں حصہ دینا پڑتا ہے اور کھیتی میں دسواں یا بیسواں حصہ۔ یہ ایسی مقدار ہے جس میں دینے والے پر کچھ بھی بار نہیں اور اگر پابندی سے سب ادا کریں تو اہل اسلام کے فقراء معذورین کے لئے کافی ہے۔ کوئی بھی بھوکا ننگا نہ رہے مگر افسوس لوگ پابندی سے زکوۃ نہیں نکالتے۔ پھر لطف یہ کہ زکوۃ دینے سے مال میں برکت بھی ہوتی ہے کمی نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پختگی کے ساتھ فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی۔ آخرت کا تو ثواب ملے ہی گا زکوۃ سے دنیا میں بھی مال بڑھتا ہے آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ تجربہ کر کے دیکھ لیا جاوے۔

ارکان حج کی خوبی

پھر ایک عبادت حج کی مقرر فرمائی جس کی بنا یہ ہے کہ چونکہ بدون حال کے قال بیکار ہے دل پر بھی چرکہ لگانے کی ضرورت تھی اس نے عشق ومحبت کا چرکہ دل پر لگانے کے لئے یہ ایک عبادت ایسی بھی مشروع فرمائی جس میں ابتدا سے انتہا تک جنون عشق کی کیفیت ہوتی ہے یعنی حج۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب باتیں ظاہری ہی ہیں نہیں صاحب ان کا دل پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ احرام کی کیفیت دیکھ کر دشمنوں پر بھی اثر ہوتا ہے کہ بادشاہ اور غلام سب کے سب ننگے سر ہیں۔ چادر لنگی پہنے ہوئے ہیں۔ ناخن بڑھے ہوئے بال پریشان ہیں نہ خوشبو لگا سکتے ہیں نہ ناخن کتر سکتے ہیں نہ خط بنوا سکتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے لبيك اللهم لبيك پکارتے ہیں۔ جب حاجی لبیک کہتے ہیں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے۔ پھر جب مکہ پہنچتے ہیں اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو نظر کے ساتھ ہی آنکھوں سے گھڑوں پانی بہنے لگتا ہے۔ کیا یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں کوئی تو چیز ہے جو یوں بے تاب کر ڈالتی ہے یہ رونا نہ معلوم خوشی کا ہے یا غم کا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ رونا گرم بازاری عشق کا ہے جس کا ذکر ان اشعار میں ہے۔

بلبلے برگ گلے خوشرنگ در منقار داشت ۔۔۔ واندراں برگ نوا صد نالہائے زار داشت ①

① ’’ایک بلبل ایک خوبصورت پھول کی پتی چونچ میں لئے ہوئی تھی۔ اور اس پتی میں سینکڑوں نالوں کی صدائیں رکھے ہوئے نالے کر رہی تھی‘‘

گفتمش در عین وصل میں نالہ و فریاد چیست
گفت ما را جلوۂ معشوق در این کار داشت ①

غرض حج ایسی عجیب عبادت ہے کہ اگر اس کو طریقہ سے ادا کیا جاوے تو انسان ایک ہی حج میں واصل ② ہوتا ہے۔

حجر اسود کا کمال

مگر بعضے حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک مسافر مسجد میں پڑا سو رہا تھا۔ کسی چور نے اس کا چادرہ کھینچا تو وہ کہتا ہے کہ نہ حاجی صاحب چادر نہ کھینچو۔ کسی نے کہا کہ تجھے اس کا حاجی ہونا کیسے معلوم ہوا۔ کہا معلوم تو نہیں ہوا مگر ایسے کام حاجی ہی کیا کرتا ہے تو بعضے حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ حج سے پہلے تو وہ کچھ ڈھکے مُندے نیک بھی تھے اور حج کے بعد کھلم کھلا بدمعاش ہوگئے۔ بات یہ ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے اُس کو چھونے کے بعد انسان کا اصلی رنگ ظاہر ہو جاتا ہے جو حالت پہلے سے مخفی تھی وہ اب کُھل جاتی ہے۔ اگر طبیعت میں نیکی تھی تو پہلے سے زیادہ نیک ہو جاتا۔ اگر بدی تھی تو وہ بدی اب کُھل جاتی ہے۔ بہت لوگ ظاہر میں نیک معلوم ہوتے ہیں مگر کسوٹی پر لگانے سے کھرا کھوٹا معلوم ہو جاتا ہے

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں تا سیہ روئی شود ہر کہ در وغش باشد

شاید تم یہ کہو کہ اچھا ہوا تم نے یہ بات ظاہر کردی اب تو ہم حج ہی کو نہ جائیں گے نہیں صاحب حج کو جاؤ مگر اکسیر بن کر آؤ۔

بزرگوں سے تعلق کا فائدہ

اور لو میں تم کو اکسیر بننے کا طریقہ بھی بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی کیمیا گر سے تعلق پیدا کرلو۔

کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں خاک او گشتم و چندین درجاتم دادند ③

کیمیا گر سے میری مراد یہ لنگوٹی باندھنے والے نہیں ہیں بلکہ باطن کے کیمیا گر مراد ہیں جن کو اہل اللہ کہتے ہیں ان کی شان یہ ہوتی ہے۔

① ''میں نے اس سے عین وصال کے وقت کہا یہ نالہ وفریاد کیسا؟ اس نے جواب دیا کہ جلوۂ معشوق نے اسی کام کا رکھا ہے'' ② خدا تک پہنچ جاتا ہے ③ ''میخانۂ توحید کے پیر مغاں کی اطاعت بھی کیا عجیب کیمیا ہے کہ میں ان کے قدموں میں رہنے سے اس درجہ کو پہنچ گیا''

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

پارس ایک پتھر ہوتا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ جہاں لوہے کو اس سے مس کیا فوراً سونا ہو جاتا ہے اہل اللہ کی تو یہ خاصیت مشاہد ہے۔ پارس میں یہ بات ہو یا نہ ہو اہل اللہ کی صحبت سے توبہ نصوح① حاصل ہو جاتی ہے۔ جس سے پہلی تمام گندگیاں دھل جاتی ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ کسی اللہ والے سے تعلق پیدا کر کے حج کو جاؤ اس کی صحبت سے تم کو توبہ خالص عطا ہوگی توبہ کر کے جاؤ گے تو پھر حج کا اثر یہ ہوگا کہ پہلے سے زیادہ تم کو اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ مرید ہو کر جاؤ اس کی ضرورت نہیں صرف تعلق محبت اور چند روزہ صحبت کی ضرورت ہے۔

دھوکہ دہی سے احتراز

معاملات میں اسلام کا یہ حسن ہے کہ مخلوق کو دھوکہ فریب دینا حرام ہے چاہے مسلمان کو دھوکہ دے یا کافر کو مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۴) ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں گزرے تو گیہوں کے ایک ڈھیر میں آپ نے ہاتھ ڈالا تو اس میں اوپر تو سوکھے گیہوں تھے اور اندر بھیگے ہوئے تھے اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا اور اُس شخص سے فرمایا کہ بھیگے ہوئے گیہوں اوپر کرو تا کہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو۔ اسی طرح جن صورتوں سے معاملات میں نزاع② پیدا ہو ان سب کو نا جائز کر دیا۔ نہی عن بیع الغرر③ اسی طرح سود اور ربوا کو مطلقاً حرام کیا گیا کیونکہ اس سے قرض لینے والا بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے۔

معاشرت کی خوبی

معاشرت کی خوبی یہ ہے کہ سب سے پہلے تواضع کی تعلیم دی گئی ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَه الله④ اضع کے یہ معنی ہیں کہ اپنے کو سب سے کمتر سمجھے حتی کہ جانوروں سے بھی کمتر سمجھے۔ کیونکہ اگر نجات ہوگئی تب تو اپنے کو اُن سے افضل کہنے کا حق ہے اور اگر خدانخواستہ نجات نہ ہوئی تو جانوروں سے بھی بدتر ہوئے کیونکہ وہ غضب الٰہی سے محفوظ ہیں کیا اس تواضع کی نظیر کوئی دکھا سکتا ہے۔ الحمد للہ اسلام میں اس کی صدہا نظائر موجود ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے اور جو لوگ

① خالص توبہ ② جھگڑا ③ دھوکہ کی تجارت ④ مشکوۃ المصابیح: ۵۱۱۹

آپ ﷺ کے سچے نائب ہیں وہ بھی اسی مذاق کے ہوتے ہیں اور تواضع حسن معاشرت کی جڑ ہے۔ معاشرت میں خرابی اسی سے آتی ہے کہ میں اپنے کو بڑا سمجھتا ہوں اورتم اپنے کواور جب دونوں اپنے کو دوسرے سے کمتر سمجھیں گےتو پھر نزاع کی نوبت ہی نہ آئے گی اور اگر آئے گی بھی تو وہ حد سے متجاوز نہ ہوگی۔ آجکل لوگ اتفاق اتفاق پکارتے پھرتے ہیں ہمارے حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اتفاق کی جڑ تو ان لوگوں میں ہے نہیں محض باتوں سے اتفاق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اتفاق کی جڑ تواضع ہے جو لوگ متواضع ہوں گے اُن میں آپس میں نزاع ہو ہی نہیں سکتا اور بدون تواضع کے کبھی اتفاق پیدا نہیں ہوسکتا۔ واقعی عجیب گُر کی بات ہے۔ ایک خوبی معاشرت کی یہ ہے کہ استیذان ① کا مسئلہ مشروع کیا گیا ہے کہ بدون اجازت واطلاع کے اپنے گھر میں بھی نہ آئے شاید کوئی پردہ دار ہواس کی پردہ دری ہوگی جب اپنے گھر کا یہ حکم ہےتو دوسروں کا تو کیا پوچھنااور زنانہ تو زنانہ مردانہ میں بھی جب قرائن سے معلوم ہو کہ مجلس خاص ہو۔مثلاً کوئی شخص پردے چھوڑ کر بیٹھا ہوتو بدون اس کی اجازت کے اندر نہ جاؤ گومکان مردانہ ہی ہو۔

اخلاق کی خوبی

اخلاق کی خوبی یہ ہے کہ اصلاح نفس کا جس قدر اہتمام اسلام میں ہے کسی مذہب میں بھی نہیں جاہ طلبی ② ، نام آوری، ریا کاری سے سخت ممانعت ہے حسد بغض وغیرہ پر سخت سخت وعیدیں وارد ہیں۔ معاشرت میں ایک حکم یہ ہے کہ اپنے غلاموں کی ستّر خطائیں روز معاف کیا کرو۔اس سے زیادہ خطائیں ہوں تو کچھ سزا دو۔ بھلا غلاموں کے ساتھ یہ برتاؤ کوئی غیر مسلم کرسکتا ہے غلام تو کیا اولاد کے ساتھ بھی کوئی ایسا برتاؤ نہیں کرسکتا مگر افسوس باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی مخالفوں کو اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض ہے میں کہتا ہوں کہ اسلام نے تو غلاموں سے وہ برتاؤ کیا ہے کہ ان کے باپ بھی اُن کے ساتھ ویسا نہیں کرسکتے تھے۔

مسئلہ غلامی کی حقیقت

مسئلہ غلامی کی اصل یہ ہے کہ اس میں مخلوق کی جان بچائی گئی ہے کیونکہ جب ایک دشمن مسلمانوں کے مقابلہ میں فوج کشی کرتا ہواور اس کے ہزاروں لاکھوں آدمی

① گھر میں اجازت لے کر جانا ② بڑا بننے کی خواہش

مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہوں تو اب کوئی ہمیں بتلائے کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہئے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو رہا کر دیا جاوے اس کا حماقت ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کی ہزاروں لاکھوں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلہ کے لئے مستعد کر دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً قتل کر دیا جاوے۔ اگر اسلام میں ایسا کیا جاتا تو مخالفین جتنا شور و غل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھئے کیسا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا جاوے۔ ایک صورت یہ ہے کہ سب کو کسی جیلخانہ میں بند کر دیا جاوے اور وہاں رکھ کر اُن کو روٹی کپڑا دیا جاوے یہ صورت آجکل گو بعض متمدن سلطنتوں میں پسندیدہ ہے مگر اس میں چند خرابیاں ہیں ایک یہ کہ اس سے سلطنت پر بڑا بار عظیم پڑتا ہے اور اُن سے کمائی کرانا خود غرضی کی صورت ہے پھر جیلخانہ کی حفاظت کے لئے ایک خاص فوج مقرر کرنا پڑتی ہے۔ قیدیوں کی ضروریات کے لئے بہت سے آدمی ملازم رکھے جاتے ہیں۔ یہ سارا عملہ بیکار محض ہو جاتا ہے سلطنت کے کسی اور کام میں نہیں آسکتا۔ قیدیوں ہی کی حفاظت کا ہو رہتا ہے۔ پھر تجربہ شاہد ہے کہ جیلخانہ میں رکھ کر چاہے آپ قیدیوں کو کتنی ہی راحت پہونچائیں اُس کی اُن کو کچھ قدر نہیں ہوتی کیونکہ آزادی سلب ہونے کا غیظ① ان کو اس قدر ہوتا ہے کہ وہ آپ کی ساری خاطر مدارات کو بیکار سمجھتے ہیں تو سلطنت کا اتنا خرچ بھی ہوا اور سب بے سود کہ اس سے دشمن کی دشمنی میں کمی نہ آئی۔ پھر قید خانہ میں ہزاروں لاکھوں قیدی ہوتے ہیں وہ سب کے سب علمی و تمدّنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ اسلام نے اس کے بجائے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں سب لشکر والوں کو تقسیم کر دو۔ ایک گھر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہوگا اور سلطنت بار عظیم سے بچ جائے گی پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمت لینے کا بھی حق ہے اس لئے وہ اس کو روٹی کپڑا جو کچھ دے گا اُس پر گراں نہ ہوگا وہ سمجھے گا کہ میں تنخواہ دے کر نوکر رکھتا جب بھی خرچ ہوتا اب اس سے خدمت لوں گا اور اس کے معاوضہ میں روٹی کپڑا دوں گا پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیر و تفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے قید خانہ میں بند نہیں ہوتا اس لئے اُس اپنے آقا پر غیظ نہیں ہوتا جو جیلخانہ کے قیدی کو ہوتا ہے اس حالت میں اگر آقا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کا احسان غلام کے دل میں گھر کر لیتا ہے اور وہ اُس کے گھر کو اپنا گھر اس کے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں

① غصہ۔

غلام علمی و تمدّنی ترقی بھی کرسکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہوجاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب و شائستہ ہو وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے۔ صنعت و حرفت بھی سکھلاتا ہے چنانچہ اسلام میں صدہا علما و زہاد و عباد ایسے ہوئے ہیں جو اصل میں موالی تھے ①۔ غلاموں کے طبقہ نے تمام علوم میں ترقی حاصل کی بلکہ غلاموں کو بعض دفعہ بادشاہت بھی نصیب ہوئی ہے۔

محمود غزنویؒ کا غلام سے برتاؤ

سلطان محمود کو مخالفین بہت بدنام کرتے ہیں کہ انھوں نے تلوار سے اسلام پھیلایا مگر تاریخ میں اُن کا ایک واقعہ لکھا ہے اُس سے ان کی رحمدلی اور شفقت کا اندازہ ہو جائیگا اور یہ کہ غلاموں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ تھا۔ ایک بار سلطان محمود نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے جن کو وہ اپنے ساتھ غزنی لے گئے ان میں ایک غلام بہت ہونہار ہوشیار تھا اس کو آزاد کر کے سلطان نے ہر قسم کے علوم وفنون کی تعلیم دی جب وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک بڑے ملک کا صوبہ بنا دیا۔ صوبہ کی حیثیت اس وقت وہ تھی جو آجکل کسی بڑے والئ ریاست کی حیثیت ہوتی ہے جس وقت سلطان نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو وہ غلام رونے لگا۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا۔ اس نے عرض کا کیا جہاں پناہ اس وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آکر پھر اپنی یہ قدر و منزلت دیکھ کر رونا آ گیا۔ حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ سا تھا تو آپ کے حملوں کی خبریں سن سن کر ہندو کانپتے تھے اور ان کی عورتیں اپنے بچوں کو آپ کا نام لیکر ایسا ڈرایا کرتی تھیں۔ جیسا ہَوّا سے ڈرایا کرتی ہیں۔ میری ماں بھی مجھے اس طرح آپ کے نام سے ڈرایا کرتی تھی میں سمجھتا تھا کہ نہ معلوم محمود کیسا جابر و ظالم ہوگا حتی کہ آپ نے خود ہمارے ملک پر حملہ کیا اور اس فوج سے آپ کا مقابلہ ہوا جس میں یہ غلام موجود تھا اُس وقت تک میں آپ کے نام سے بھی ڈرتا تھا پھر میں آپ کے ہاتھوں قید ہوا تو میری جان ہی نکل گئی کہ بس اب خیر نہیں، مگر حضور نے دشمنوں کی روایات کے خلاف میرے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا کہ آج میرے سر پر تاج سلطنت رکھا جا رہا ہے تو اس وقت مجھے یہ خیال کر کے رونا آ گیا کہ کاش آج میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جس کو تو ہَوّا بتلایا کرتی تھی۔

---

① غلام تھے۔

عظیم المرتبت غلام

صاحبو! ایسے واقعات اسلام میں بکثرت ہیں اور یہ اس مسئلہ غلامی کا نتیجہ ہے اگر یہ لوگ جیلخانہ میں قید کر دیئے جاتے تو نہ ان کو مسلمانوں سے انس ہوتا غلام بن کر یہ لوگ مسلمانوں میں ملے جُلے رہے علمی ترقی حاصل کرتے رہے آخر کار اپنی حیثیت کے موافق درجات ومناصب پر فائز ہوتے رہے کوئی محدّث بنا کوئی فقیہ کوئی قاری بنا کوئی مفسّر کوئی نحوی بنا کوئی ادیب کوئی قاضی ہوا کوئی حاکم۔

غلاموں کے ساتھ برتاؤ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کی یہاں تک رعایت فرمائی ہے کہ آپ کا حکم ہے کہ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی پہناؤ اور جب وہ کھانا پکا کر لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلاؤ عین وصال کے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی الصلوة وما ملكت ايمانكم یعنی نماز کا خیال رکھو اور ان غلاموں کا بھی جو تمہارے ہاتھوں کے نیچے ہیں اس سے زیادہ اور کیا رعایت ہوسکتی ہے اور بحمد اللہ حضرات صحابہ وتابعین اور اکثر سلاطین اسلام نے غلاموں کیساتھ یہی برتاؤ کیا۔ اگر کسی ایک نے دو نے اس کیخلاف عملدرآمد کیا تو وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے۔

ہمارے اعمال اسلام پر اعتراض کا سبب ہیں

اسلام پر اس سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ آج کل مخالفوں کو اسلام پر اعتراض کرنے کی جرأت زیادہ تر ہمارے افعال کو دیکھ کر ہو رہی ہے وہ ہمارے افعال کو دیکھ کر محض تحکم سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ اسلامی تعلیم کا اثر ہوگا حالانکہ ہمارے اندر آجکل جو کچھ خرابی اعمال میں آرہی ہے وہ کفار کے اختلاط [1] یا اُن کے اتباع کا نتیجہ ہے کہ بہت مسلمانوں نے کفار کے طرزِ عمل اختیار کر لئے ہیں اگر ہم اپنی حالت کی اصلاح کرلیں اور اسلام کی تعلیم کے موافق اپنا طرزِ عمل بنالیں تو کسی کو اسلام پر اعتراض کی جرأت نہ ہو بلکہ کفار خود بخود اسلام کی طرف منجذب ہونے لگیں۔

---

[1] کفار سے میل جول۔

قاضی شریح کا خلیفہ وقت حضرت علیؓ کے خلاف فیصلہ

چنانچہ حضرت علیؓ کا قصہ ایک یہودی کے ساتھ پیش آیا یہودی کے پاس ایک زرہ تھی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے یہودی نے کہا میری ہے حضرت علیؓ اُس وقت خلیفہ تھے آپ نے اپنے ماتحت قاضی کے یہاں جن کا نام شریح ہے۔ دعوی دائر کیا۔ قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا جس کی شان یہ ہے کہ سلطان وقت مدعی ① ہے اور رعایا کا ایک یہودی مدعی علیہ ہے ② قاضی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ ثبوت پیش کیجئے حضرت علی نے گواہی میں اپنا ایک آزاد شدہ غلام قنبر پیش کیا اور دوسرے گواہ حضرت امام حسنؓ پیش کئے قاضی نے فرمایا کہ قنبر کی گواہی تو معتبر ہے کیونکہ وہ آزاد شدہ غلام ہے مگر امام حسنؓ کی گواہی قبول نہیں کیونکہ وہ آپ کے بیٹے ہیں اور باپ کی طرفداری میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں ہوسکتی۔ اس مسئلہ میں حضرت علیؓ اور قاضی شریح کی رائے میں اختلاف تھا حضرت علیؓ بیٹے کی گواہی کو جبکہ وہ دیندار ثقہ ہو جائز سمجھتے تھے اور حضرت شریح کسی حال میں جائز نہ سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے امام حسنؓ کی گواہی قبول نہ کی اور یہودی کی ڈگری کردی۔ حضرت علیؓ کو یہ فیصلہ ذرا بھی ناگوار نہ ہوا خوش خوش عدالت سے باہر نکل آئے مگر یہودی کو اس فیصلہ پر ایسا تعجب ہوا کہ وہ بدون اسلام قبول کئے نہ رہ سکا وہ بار بار کہتا تھا کہ خلیفہ کا قاضی خلیفہ کو ہرادے اور رعایا کے یہودی کو اس کے مقابلہ میں جتادے عجیب بات ہے۔ آخر حقانیت اسلام نے اس کے دل پر اثر کیا فوراً مسلمان ہوگیا۔ بھلا معترضین سے کوئی پوچھے کہ اس یہودی کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا کچھ نہیں صرف صحابہ کا طرز عمل دیکھ کر اسلام کی طرف اسے کشش ہوئی۔ واللہ اگر ہم لوگ اپنی اصلاح کرلیں تو کفار کی خود بخود اصلاح ہوجائے گی۔

اسلام اخلاق سے پھیلا تلوار سے نہیں

حضرات صحابہ کی بڑی شان ہے ہم لوگ جوان کے سامنے محض نقال ہیں بلکہ نقل بھی پوری نہیں ہوتی ہم ریل کے سفر میں بارہا اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہندوؤں پر ہماری باتوں کا اور طرز عمل کا بڑا اثر ہوتا ہے اور وہ خود بھی چپکے چپکے اقرار کرتے ہیں کہ ان کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے یہ لوگ سچے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ چند واقعات اس قسم کے اوپر مذکور ہوچکے ہیں۔ لوگ اسلام کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ تلوار سے پھیلا ہے واللہ بالکل غلط ہے اگر

① دعویٰ کیا ② اس کے خلاف دعویٰ۔

مسلمان تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان کیا کرتے تو آج ہندوستان میں جہاں اسلامی سلطنت چھ سو برس تک رہی ہے ایک بھی ہندو باقی نہ رہتا مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب اس اعتراض کے متعلق یہ ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو یہ بتلاؤ کہ وہ شمشیر زن ① کہاں سے آئے تھے کیونکہ تلوار خود تو نہیں چل سکتی تو جن لوگوں نے سب سے پہلے تلوار چلائی ہے یقیناً وہ تو تلوار سے مسلمان نہیں ہوئے تھے کیونکہ ان سے پہلے تلوار کا چلانے والا کوئی تھا ہی نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا تاریخ سے ثابت کہ جہاد مدینہ میں اگر شروع ہوا اور اہل مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی زیادہ تر مسلمان ہو چکے تھے آخر ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا اور مکہ میں جو کئی سو آدمی مسلمان ہوئے اور کفار کے ہاتھ سے اذیتیں برداشت کرتے رہے وہ کس تلوار سے مسلمان ہوئے تھے (پھر ہجرت مدینہ سے پہلے بعض صحابہؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہے اور وہاں کفار قریش کے ساتھ مسلمانوں کا مناظرہ ہوا اور نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی زبان سے قرآن سن کر بے تحاشا رونا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کی گواہی دی اور اسلام قبول کیا اس پر کس کی تلوار چلی تھی اسی طرح صدہا واقعات تاریخ میں موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ اسلام محض اپنی حقانیت سے پھیلا ہے خصوصاً عرب کی قوم جو جنگجوئی میں شہرہ آفاق ہے وہ کبھی اور کسی طرح تلوار کے خوف سے اسلام کو قبول نہ کر سکتی تھی ان کے نزدیک لڑنا مرنا معمولی بات تھی مگر دب کر دین کا بدلنا سخت عیب تھا وہ ہرگز تلوار کے خوف سے اسلام نہیں لا سکتے تھے ۱۲ جامع)۔

مشروعیت جہاد کی وجہ

اس پر شاید یہ سوال ہو کہ پھر جہاد کس لئے مشروع ہوا تو خوب سمجھ لو کہ جہاد حفاظتِ اسلام کے لئے مشروع ہوا ہے نہ کہ اشاعت اسلام کیلئے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے لوگ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جہاد کی مثال آپریشن جیسی ہے کیونکہ مادّے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک متعدی ایک غیر متعدی②۔ جو مادّہ غیر متعدی ہوتا ہے اسکو تو محللات اورام ③ کے ذریعہ سے دبا دیا جاتا ہے کوئی مرہم لگا دیا مالش کر دی جس سے وہ دب گیا اور متعدی مادّہ کے لئے آپریشن کیا جاتا ہے اس کو

① تلوار چلانے والے فاسد مادے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سے دوسرے کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور ایک کا نقصان صرف اس کو ہوتا ہے جس میں ہو ② ایسی دوا سے دبا دیا جاتا ہے جس سے ورم اتر جائے۔

چیر کر نکال دیا جاتا ہے اسی طرح دشمنان اسلام دو طرح کے ہیں بعض تو وہ جن سے صلح کر لینی مناسب ہوتی ہے وہ صلح کر کے مسلمانوں کو ستانا چھوڑ دیتے ہیں اُن سے تو صلح و مصالحت کر لی جاتی ہے بعض ایسے موذی ومفسد ① ہوتے ہیں کہ صلح پر آمادہ نہیں ہوتے یہ مادّۂ متعدیہ ہے ان کے واسطے آپریشن کی ضرورت ہے اسی کا نام جہاد ہے پس جہاد سے لوگوں کو مسلمان بنانا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی حفاظت مقصود ہے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ کا مرتبہ

لوگ عالمگیرؒ کو بدنام کرتے ہیں کہ انھوں نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان کیا ہے یہ بالکل غلط ہے عالمگیر پابند شرع تھے بارہ ہزار متن حدیث کے حافظ تھے قرآن لکھ لکھ کر ہدیہ کر کے گزارہ کرتے تھے اپنے خرچ میں خزانہ کا ایک پیسہ نہ لاتے تھے ان کے سامنے لا اکراہ فی الدین کا حکم موجود تھا وہ اس ② کیخلاف کیونکر کر سکتے تھے یہ تو پہلے واقعات تھے۔

ہندوستان میں لوگوں کے مسلمان ہونے کی وجہ

ان سے قطع نظر کر کے میں پوچھتا ہوں کہ اچھا اس وقت جو لوگ ہندوستان میں اسلام لاتے ہیں وہ کیوں مسلمان ہوتے ہیں ان پر کونسی تلوار کا زور ہے یقیناً اس وقت کسی طرح بھی ان پر زور نہیں ہے بلکہ ہر طرح آزادی ہے نہ ہم ان کو کسی طرح کی طمع دلاتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس اتنا مال ہی نہیں جو وہ طمع دلا کر کسی کو مسلمان کریں بلکہ حالت یہ ہے کہ آج کوئی نومسلم اسلام لایا تو کل کو اس سے بھی دینی کاموں میں چندہ مانگتے ہیں اور اگر کوئی شخص اسلام لاتے وقت ہم سے روپیہ کی درخواست کرے تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ تم اپنی نجات کے واسطے اسلام لاتے ہو تو لاؤ ورنہ ہم کو لالچ کیساتھ مسلمان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو دولت ہم تم کو دے رہے ہیں اس کے مقابلے میں تو اگر تم خود ہم کو نذرانہ دو تو بجا ہے لیکن باوجود اس آزادی اور استغنا کے پھر بھی بہت لوگ اسلام لاتے ہیں اور لا رہے ہیں اور اسلام لاتے ہی ان کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ گویا بچھڑا ہوا محبوب ان کو مل گیا۔ ایک ہندو اسلام لانے کے بعد خدا کی محبت اور اس کی یاد میں اس قدر روتا تھا جس کا بیان نہیں اور کہتا تھا کہ مجھکو تو اب معلوم ہوا کہ خدا کسے کہتے ہیں۔ غرض اس کی

---

① فسادی اور تکلیف دینے والے ② اور ان کے متعلق اُن تاریخوں کا بیان ہم پر حجت نہیں ہوسکتا جو بعض متعصب انگریزوں نے لکھی ہیں کیونکہ ہم تو مسلمانوں میں بھی ہر مؤرخ کو معتبر نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ شرعی قواعد کے موافق ثقہ نہ ہو پھر مخالفین کی تاریخوں کو ہم کیسے حجت تسلیم کر سکتے ہیں ایسی تاریخوں کا رد بعض مستقل رسالوں میں شائع بھی ہوگیا ہے ۱۲ جامع

عجیب حالت تھی یہ ہیں محاسن الاسلام جن کو میں نے مختصر بیان کر دیا ہے۔

مبلغین اسلام کو نصیحت

یہ موٹی موٹی باتیں ہیں ان کو تبلیغ کے وقت بیان کرو اور اگر کوئی فلسفی زیادہ الجھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے یا حکم دیا ہے اور آپ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کی رسالت وصدق دلائل سے ثابت ہے اگر تم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت میں شبہ ہو تو ہم اس کو دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں جب آپ کی رسالت ثابت ہو جائیگی تو آپ کے سارے احکام کو تسلیم کرنا لازم ہوگا اور منجملہ ان کے ایک یہ حکم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے دین سے سب ادیان منسوخ ہو گئے ہیں اب اسلام کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی بس فلسفیوں کو اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جائے ہاں اگر کوئی منصف ہو تو اس کے سامنے یہ محاسن بھی بیان کر دیئے جائیں۔

خواص اہل اسلام کی فضیلت

ایک بات آثار محاسن اسلام میں سے یہ ہے کہ ہر مذہب کا پورا اثر اس کے خواص متبعین میں ہوا کرتا ہے پس خواص اہل اسلام اہل اللہ اور علماء متقین کا موازنہ دوسرے مذاہب کے خواص سے کر لیا جائے اور ان کے پاس ایک دو ہفتہ رہ کر ان کی حالت کو دیکھا جائے۔ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ ان شاء اللہ خواص اہل اسلام تمام دنیا کے مذاہب کے خواص سے افضل ہوں گے۔ عبادت خداوندی محبت الٰہی ذکر وفکر وخشیت رغبت آخرت کا جو اثر ان میں نمایاں ہوگا کسی مذہب کے خواص میں ان کا پتہ بھی نہ ملے گا اس وقت ظلمت ونور میں کھلا ہوا فرق نظر آئیگا لو یہ میں نے ایسی آسان صورت بتلا دی جس سے ہر شخص حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے۔ یہ ہیں محاسن اسلام ان کی تبلیغ کرو اور اس وعظ کا نام بھی مضامین کی مناسبت سے محاسن اسلام ہی رکھتا ہوں۔ اب ختم کرتا ہوں دعا کیجیے کہ حق تعالیٰ ہم کو فہم سلیم عطا فرمائے اور مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی توفیق دے اور جو مسلمان فتنۂ ارتداد میں گمراہ ہو گئے ہیں ان کو دوبارہ اسلام کی طرف ہدایت کرے اور جن پر خطرہ ہو خدا ان کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ
اجمعین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اخبار الجامعۃ

ماہ مئی/ جون 2025

❁ حضرت مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب مدظلہ العالی مہتمم جامعہ نے خطبہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے کا تذکرہ فرماتے ہوئے توجہ دلائی کہ آج بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو پیغام ہے کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے سرخم تسلیم کرنا ہی عبدیت اور بندگی ہے جس کا انعام اللہ تعالیٰ اولاد صالح کی صورت میں عطاء فرماتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے انبیاء بنی اسرائیل پھر اولاد اسماعیل سے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت یہ آپ کی جہد مسلسل اور عظیم قربانیوں کا ثمرہ ہے جو آج امت کے لئے مشعل راہ ہیں۔

❁ 20 جون: خطبہ جمعہ کے موقع پر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے تمام معاونین کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے قربانی کی کھالیں عطیہ فرما کر مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی فرمائی اور جامعہ کے اساتذہ وطلباء و ملازمین کو مبارک باد دی جن کی ان تھک کاوشوں سے اجتماعی قربانی کا انتظام احسن انداز سے انجام پایا۔ ساتھ ہی حکومت پاکستان اور افواج پاکستان کی حالیہ کامیابیوں پر خراجِ تحسین پیش فرماتے ہوئے دعاء خیر فرمائی کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ وطن عزیز سمیت عالم اسلام بالخصوص فلسطین۔ کشمیر۔ برما کے مسلمانوں کی ہر شر اور فتنہ سے حفاظت فرمائے اور ارباب اقتدار وامت مسلمہ کو متحد ہو کر اسلام کے احیاء اور غلبہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین